وسطی ایشیا میں سیاسی عمل کا ارتقاء: ترکمنستان کی صورت حال

تحریر: جون اینڈرسن*

ترجمہ وتدوین: محمد الیاس خان

۱۹۹۱ء کے اواخر میں سوویت یونین کے انہدام کے نتیجے میں وسطی ایشیا کی ریاستوں پر آزادی اوپر سے ٹھونس دی گئی تھی۔ ان ریاستوں میں سے اکثر کے لیے یہ صورت حال غیر متوقع تھی اور نتیجتاً وہ اپنی آزادی کے مستقبل سے متعلق شکوک وشبہات کا شکار تھے۔ ان ریاستوں کو سوویت انہدام کے بعد کے دور کی ''نام نہاد آزادی'' کو حقیقی سیاسی اور اقتصادی آزادی میں بدلنے کے چیلنج کا سامنا تھا۔ علاوہ ازیں انہیں متعدد دیگر ایسے مسائل کا سامنا تھا جن کا حل تلاش کیے بغیر ان کے لیے حقیقی آزادی کا تصور بھی ناممکن تھا۔ اقتصادی شعبے میں انہیں سوویت دور کے ''علاقائی تخصص'' کی پیدا کردہ مشکلات اور ۱۹۷۰ء کی دہائی کے اواخر سے سوویت معیشت میں رونما ہونے والی بدحالی کے ناخوشگوار نتائج کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ سماجی شعبے میں ان ریاستوں کو نسلی اور علاقائی بنیادوں پر منقسم ایسے معاشروں کو قومی وحدت کی لڑی میں پرونا تھا جن میں بسا اوقات قبائلی،

---

*جون اینڈرسن سکاٹ لینڈ کی یونیورسٹی آف سینٹ اینڈریوز کے شعبہ بین الاقوامی تعلقات سے وابستہ ہیں۔ ادارے کا مقالے کے مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ (مدیر)۔

خاندانی اور علاقائی وفاداری کو قومی وفاداری پر مقدم سمجھا جاتا رہا ہے۔ مزید برآں ان ریاستوں کو بیرونی دنیا۔ بشمول روس اور دیگر نوآزاد سابق سوویت ممالک ۔ کے ساتھ نئی طرز کے تعلقات استوار کرنے کے چیلنج کا سامنا تھا۔ حقیقی بیرونی دنیا کے لیے ان کے دروازے ستر سال بعد کھل رہے تھے اور قریب کے پڑوسی ممالک کل تک ان کے ساتھ ایک ہی متحدہ مملکت میں شامل تھے۔ چنانچہ ان کے لیے آزاد دنیا اور ''قریبی پڑوسی ممالک'' کے ساتھ تعلقات میں توازن برقرار رکھنا ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔

نوآزاد وسطی ایشیائی ریاستوں میں نئی صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے مختلف قسم کے ردعمل سامنے آئے۔ شروع میں ان نوآزاد ریاستوں کی اکثریت نے ''ماضی قریب'' سے بالکلیہ روابط منقطع کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی [شاید یہ ان کی مجبوری تھی]۔ تاجکستان میں ''قدامت پسندی'' اور کسی قسم کی تبدیلی کو یکسر مسترد کرنے کے رجحانات نے بالآخر ملک کو خانہ جنگی میں دھکیل دیا۔ ترکمنستان اور ازبکستان میں آمرانہ طرز حکومت اختیار کر لیا گیا۔ ان دونوں ریاستوں کی قیادتوں کے خیال میں عبوری دور میں ریاست کے اندرونی استحکام کے لیے ریاستی امور پر ''مضبوط گرفت'' ضروری تھی۔ قازقستان میں کم تر درجے میں اور کرغیزستان میں بہت حد تک ''کثرت پسند'' طرز حکومت اختیار کیا گیا، نیز منڈی کی معیشت پر مبنی اقتصادی اصلاحات کے بعض پہلوؤں پر عمل پیرا ہونے پر رضامندی کا اظہار کیا گیا۔

ان تمام ریاستوں میں سے ترکمنستان معاشرتی امن قائم رکھنے میں قدرے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ ترکمنستان ورثے میں ملی ہوئی اقتصادی بدحالی پر قابو پانے میں بھی نسبتاً زیادہ کامیاب رہا ہے۔ ترکمنستان میں سماجی اور اقتصادی شعبے میں حاصل کی جانے والی ان علامتی کامیابیوں کا سہرا صدر سپر مراد نیازوف کے سر ہے، جو ۱۹۸۵ء میں ترکمنستان کی کمیونسٹ پارٹی کے فرسٹ سیکرٹری کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد سے اب تک عشق آباد میں اقتدار کے ایوان پر قابض ہیں۔ گو

نیازوف کو صدر گورباچوف نے ترکمنستان میں "بدعنوانی کے خاتمہ" کے لیے پارٹی کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز کیا تھا تاہم نیازوف نے پارٹی قیادت سنبھالتے ہی جمہوریہ پر اپنا ذاتی کنٹرول مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔ سوویت یونین کے خاتمہ کے آثار دیکھتے ہی نیازوف نے اکتوبر ۱۹۹۱ء میں صدارتی ریفرنڈم کے ذریعے مستقبل میں اپنے اقتدار کے استمرار کو یقینی بنایا۔ کہا جاتا ہے کہ اس ریفرنڈم میں ۹۴ء۱ فی صد رائے دہندگان نے ان کے حق میں ووٹ ڈالا۔ اس کے فوراً بعد صدر نیازوف نے جمہوریہ کی آزادی اور اقتدارِ اعلیٰ کا اعلان کیا۔

اس مقالے میں ۱۹۹۱ء کے بعد سے ترکمنستان میں صدر نیازوف کی ان کوششوں پر توجہ مرکوز کی جائے گی جو ترکمنستان کی آزادی کو ایک سیاسی، اقتصادی اور بین الاقوامی حقیقت بنانے کے لیے کی گئیں۔ مقالے میں ان مشکلات پر بھی توجہ مرکوز کی جائے گی جن سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ صدر نیازوف کی پالیسیاں شاید اس حد تک کامیاب نہیں رہی ہیں جس حد تک انہیں مقامی سرکاری پریس کامیاب قرار دیتا رہا ہے۔

سیاسی تنظیمِ نو

ماسکو میں اگست ۱۹۹۱ء کی ناکام بغاوت کے فوراً بعد ہی ترکمن کمیونسٹ پارٹی (TCP) نے کمیونسٹ پارٹی آف سوویت یونین (CPSU) سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ نیازوف نے اس کے ساتھ ہی تمام ریاستی اور عدالتی اداروں کو پارٹی کی بالادستی سے آزاد کرنے کا اعلان کیا۔ پارٹی کے تمام اثاثوں کو قومیانے کا اعلان کیا گیا[1]۔ ایک ماہ کے اندر اندر "مقامی سوویت" کے اختیارات محدود کرتے ہوئے علاقائی اور ضلعی سطحوں پر صدارتی نمائندوں اور منتظمین کی نامزدگی کا اعلان کیا گیا[2]۔ دسمبر ۱۹۹۱ء کے وسط میں ترکمن کمیونسٹ پارٹی کے آخری کانگریس کے دوران کمیونسٹ پارٹی کو ڈیموکریٹک پارٹی آف ترکمنستان میں بدلنے کا اعلان کیا گیا۔ نئی پارٹی کے پروگرام کا

اعلان کرتے ہوئے درج ذیل امور پر زور دیا گیا:

[پارٹی] ... ترکمنستان کی آزادی اور اس کے اقتدار اعلیٰ کے استحکام، ترکمن عوام کی فلاح و بہبود، ترکمن معاشرے میں جمہوریت کے فروغ، سماجی امن اور معاشرتی ہم آہنگی کی مضبوطی اور معاشرتی انصاف کی ضمانت [کے لیے کام کرے گی]۔

ان اہداف کے حصول کے لیے درج ذیل اقدامات تجویز کیے گئے:

زندگی کے سماجی، اقتصادی اور روحانی شعبوں میں جمہوریت کو متعارف کرایا جائے گا ... حب الوطنی، بین الاقوامیت اور ترکمنستان کے عوام کے تاریخی، تہذیبی اور وطنی (قومی) اقدار کی ہمہ جہتی ترقی ... انسان دوستی اور عالمی انسانی اقدار کے احترام اور دفاع [کو یقینی بنایا جائے گا]۔

ڈیموکریٹک پارٹی آف ترکمنستان کی رکنیت کا دروازہ ان تمام شہریوں کے لیے کھول دیا گیا جو ''ترکمنستان کی ترقی کے خواہاں ہیں''۔ پارٹی عہدوں کے لیے 'جمہوری انتخاب' کا طریقہ اپنانے کا اعلان کیا گیا[۳]۔ کمیونسٹ پارٹی کے سابق اراکین کے لیے ڈیموکریٹک پارٹی میں شمولیت سے قبل از سر نو اندراج کرانا ضروری ٹھہرایا دیا گیا۔ جنوری ۱۹۹۲ء کے اواخر تک ڈیموکریٹک پارٹی کے فرسٹ سیکرٹری کے بیان کے مطابق، پارٹی کی ممبرشپ بارہ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان بارہ ہزار ممبران میں سے دو ہزار کی تعداد ایسے ممبران پر مشتمل تھی جن کا ماضی میں کمیونسٹ پارٹی آف سوویت یونین سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا[۴]۔ جنوری ۱۹۹۴ء کے اختتام تک ڈیموکریٹک پارٹی کے ممبران کی تعداد ایک لاکھ پینسٹھ ہزار تک پہنچ گئی تھی[۵]۔

ملک میں متعارف کرائے جانے والے نئے سیاسی نظام کی اہم خصوصیات کا تعین مئی ۱۹۹۲ء کے وسط میں متعارف کرائے جانے والے نئے دستور میں کیا گیا۔ آئین/ دستور کی منظوری سے قبل کے عرصہ میں قومی پریس میں ملکی سطح پر آئین کے مسودے پر بحث و مباحثہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ اس

بحث ومباحثہ کے دوران مسودے میں تبدیلی کی متعدد تجاویز سامنے آئیں۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ یہ بحث ومباحثہ بنیادی طور پر حکومتی حلقوں کی طرف سے منظم کیا گیا تھا تاہم ایسے شواہد بھی ملے ہیں کہ ملکی مستقبل سے متعلق بعض اہم معاملات سنجیدگی سے زیر بحث لائے گئے۔ روسی زبان میں شائع ہونے والے اخبار ''ترکمنسکایا اسکرا'' میں ملک کے سیاسی ڈھانچوں کی نوعیت، صدر کے کردار و اختیارات، اقتصادی اصلاحات کے پروگرام اور ملک کی سرکاری زبان سے متعلق معاملات کو زیادہ تر موضوع بحث بنایا گیا۔ بعض قلم کاروں اور اہل دانش نے دستور کے مسودے کو بامعنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ ترکمنستان کے معروف سیاسی دانش ور ڈاکٹر کراڈ ژائیف نے دستور میں استعمال کی جانے والی زبان [کی تراکیب] کو نشانہ تنقید بنایا۔ ان کے مطابق دستور میں ''ترکمنستان کے عوام'' (people of Turkmenistan) اور ''ترکمن قوم'' (Turkmen people) کو باہم مترادف کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ کراڈ ژائیف نے اس تضاد کا نوٹس لیتے ہوئے سوال کیا کہ مؤخرالذکر اصطلاح کیوں کر ترکمنستان کے کثیرقومی معاشرے پر منطبق ہوتی ہے؟[۶] بعض لکھاریوں نے دستور میں آزادئ اظہار رائے سے متعلق زیادہ واضح اور مؤثر ضمانتوں کی فراہمی پر زور دیا اور تجویز پیش کی کہ شہریوں کو ذرائع ابلاغ عامہ کی وساطت سے اپنے نظریات اور تصورات پیش کرنے کی اجازت دی جانی چاہیے[۷]۔ بی. اورازوف نے دستور کے مسودے میں سیاسی پارٹیوں، سماجی تنظیموں اور ٹریڈ یونینوں کی تشکیل سے متعلق شقوں کی موزونیت کا سوال اٹھایا[۸]۔ شادی بیاہ کے روایتی طور طریقوں اور مراسم کے احیاء کو بھی موضوع بحث بنایا گیا اور اس سلسلے میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ دستور میں نوجوانوں کی طرف سے اپنی مرضی سے شریک حیات منتخب کرنے کے حق میں مداخلت کو غیر قانونی قرار دیا جائے[۹]۔

ذرائع ابلاغ میں بحث ومباحثہ کا مرکزی نقطہ صدر کے کردار اور اس کی ذمہ داریوں کو بنایا گیا۔ متعدد مضمون نگاروں نے جمہوریہ کے صدر کی قومیت کا سوال اٹھایا۔ ان مضمون نگاروں نے

دستور میں صدر کے لیے ترکمن قوم سے تعلق رکھنے والے شہری ہونے کی شرط کی مخالفت کرتے ہوئے تجویز دی کہ آئین کی متعلقہ شق میں اس طرح سے تبدیلی کی جائے کہ کسی بھی قومیت سے تعلق رکھنے والے ترکمنستان کے شہری کی صدارتی انتخاب میں شرکت ممکن ہو سکے۔ بعض دیگر سیاسی تجزیہ نگاروں نے صدر کے لیے صرف دوبار صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کے شق کا اضافہ تجویز کیا۔ صدر کے عمر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنے سے متعلق بھی دستور میں ترمیم کے مطالبات سامنے آئے تاکہ سوویت دور کے آخری سالوں کے خجالت آمیز تجربات سے بچا سکے[۱]۔ صدارتی نظام کے حوالے سے صدر کے اختیارات کو بھی موضوع بحث بنایا گیا۔ بعض حلقوں نے صدر کی طرف سے اختیارات کے ناجائز استعمال کے امکان سے متعلق خدشات کا اظہار کیا۔ اگرچہ رسمی طور پر دستور کے مسودے میں اختیارات کی تقسیم کی ضمانت دی گئی، تاہم اے۔ رجیپوف جیسے سیاست دانوں نے دستور کے بین السطور سے مترشح انتظامیہ کے ہاتھوں میں اختیارات کے ارتکاز کے رجحانات کی طرف نشان دہی کی۔ بعض قلم کاروں نے منتخب بلدیاتی اور مقامی اداروں کی بے توقیری اور انہیں صدر کی طرف سے نامزد کیے جانے والے علاقائی منتظمین کے تابع فرمان رکھنے سے متعلق آئین کی شقوں پر تنقید کی[۲]۔ ججوں کی نامزدگی اور تعیناتی سے متعلق صدر کے اختیارات کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور تجویز دی گئی کہ ججوں کی تعیناتی انتخابی عمل کے ذریعے محدود مدت کے لیے کی جائے۔ دستوری عدالت کے قیام کی تجویز بھی پیش کی گئی[۳]۔

سرکاری زبان کا مسئلہ بالخصوص وسیع تر بحث ومباحثہ کا موضوع بنا رہا۔ بعض حلقوں کی طرف سے روسی زبان کے تحفظ کے لیے مضبوط تر ضمانتوں کا مطالبہ کیا گیا۔ عشق آباد کے ایف. کوسٹ نے سوال اٹھایا کہ: ''کیا آزادی کی ابتداء زبان سے ہونی چاہیے؟'' ایف. کوسٹ نے زبان کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ترکمن زبان پر عبور حاصل کرنے کے لیے ایک عرصہ دراز درکار ہوگا۔ انہوں نے اپنے خیالات کو آگے بڑھاتے ہوئے کئی ایسے ممالک

کی مثال دی جو[آزادی کے بعد بھی] غیر ملکی زبانیں استعمال کرتے ہیں[۱۴]۔ ترکمن سٹیٹ یونیورسٹی کے روسی اساتذہ پر مشتمل ایک گروپ نے تجویز دی کہ دستور میں ایک ایسی شق کا اضافہ کیا جائے جو روسی زبان کو ''بین القومیتی ابلاغ'' کی زبان قرار دے۔ ان روسی اساتذہ نے ترکمنستان کی سی آئی ایس[CIS = آزاد ممالک کی دولت مشترکہ] میں شمولیت اور اس کے نتیجے میں روسی زبان بولنے والی سابق سوویت ریاستوں کے ساتھ اس کے تعامل کو بنیاد بناتے ہوئے روسی زبان کی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی[۱۵]۔ بعض روس نژاد ترکمن شہریوں نے ترکمن اور روسی زبانوں کو بیک وقت مساوی درجے کی سرکاری زبانیں قرار دینے کی تجاویز پیش کیں[۱۶]۔

۱۸ مئی ۱۹۹۲ء کو جب بالآخر آئین منظور کیا گیا تو اس میں ناقدین کی بعض تجاویز کو قبول کر لیا گیا[۱۷]۔ دستور کے آرٹیکل-۱ میں ترکمنستان کو ''قانون کی حکمرانی پر مبنی ایسی لادین مملکت قرار دیا گیا، جس میں حکمرانی کے لیے صدارتی جمہوری نظام اختیار کیا جائے گا۔ بین الاقوامی قانون کے تسلیم شدہ ضابطوں پر مبنی ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے (آرٹیکل ۶) دستور میں ۲۹ آرٹیکل شہریوں کے حقوق وفرائض کے لیے وقف کیے گئے ہیں (آرٹیکل ۱۶ - آرٹیکل ۴۴)۔ اس کے بعد دستور میں اختیارات کے حامل اہم شعبوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ دستور کے مطابق اختیارات کے حامل اداروں میں ایوان صدارت، ''خلق مصلحتی'' (عوامی کونسل)، مجلس (پارلیمان)، سپریم کورٹ، سپریم اقتصادی کورٹ، پروکیوریٹر جنرل [اٹارنی جنرل]، مجلس وزراء اور صدر کے نامزد کردہ علاقائی حاکم شامل ہیں۔

دستور کے مطابق برتر نمائندہ ادارہ خلق مصلحتی ہے جو صدر، پارلیمان کے ممبران، عوامی نمائندگان (جو انتخابی عمل کے ذریعے سے اضلاع ۔ ایک ممبر ہر ضلع سے ۔ کی نمائندگی کے لیے چنے جائیں گے[۱۸])، سپریم کورٹ کے چیئرمین، سپریم اکانومک کورٹ کے چیئرمین، جنرل پروکیوریٹر، مجلس وزراء کے ارکان اور صدر کے نامزد کردہ علاقائی اور ضلعی حاکموں پر مشتمل ہوگا

(آرٹیکل ۴۸)۔خلق مصلحتی کی مدت پانچ سال ہوگی اور اس کے اہم فرائض میں [ملک کی] عمومی پالیسیوں کا رخ متعین کرنا، بین الاقوامی معاہدات کی توثیق کرنا، ملکی اور انتظامی [اکائیوں کی] سرحدات کا تعین کرنا اور دستوری ترامیم تجویز کرنا شامل ہیں (آرٹیکل ۵۰)۔خلق مصلحتی کو انتظامی یا قانونی اختیارات تفویض نہیں کیے گئے ہیں[۱۹]۔ دستور کی رو سے اپنی تجاویز اور سفارشات پر عمل درآمد کرانے کے لیے اسے دوسرے اداروں کی مدد لینا پڑے گی۔ کرسٹوفر پانیکو کے مطابق: گو خلق مصلحتی اردن، بحرین اور کویت میں قائم اداروں سے مشابہت رکھتا ہے اور اس (خلق مصلحتی) کی جڑیں ماضی کے ترکمن قبائلی جرگہ نظام میں پیوست ہیں تاہم عملاً یہ بنیادی طور پر صدر کے لیے ربڑ سٹمپ کی حیثیت رکھتا ہے[۲۰]۔

مجلس (پارلیمان) پانچ سال کے لیے منتخب ہونے والے پچاس عوامی نمائندوں پر مشتمل ایک قانون ساز ادارہ ہے (آرٹیکل ۶۳)۔ اس کے فرائض میں انتخابی قوانین کی منظوری، اعلیٰ سرکاری مناصب پر نامزدگی کی توثیق، مجلس وزراء کی طرف سے تجویز کردہ پالیسیوں کی منظوری یا انہیں مسترد کرنا، بجٹ کی منظوری اور ممبران کی طرف سے پیش کردہ (آرٹیکل ۶۷) یا مجلس وزراء کے صدر کی طرف سے پیش کردہ (آرٹیکل ۶۸) مسودہ ہائے قوانین پر بحث ومباحثہ اور قانون سازی شامل ہیں۔مجلس کے ممبران مجلس کی رکنیت کے ساتھ ساتھ کابینہ کی رکنیت حاصل نہیں کر سکتے، نہ ہی مقامی انتظامیہ کے حاکم کے منصب پر فائز ہو سکتے ہیں (آرٹیکل ۷۰)۔ دستور کی رو سے کابینہ یا مجلس وزراء، جس کا سربراہ خود صدر مملکت ہوگا، کے انتظامی اختیارات سوویت عہد کے ریپبلکن کونسل آف منسٹرز کے اختیارات کے مساوی ہوں گے۔

مقامی انتظامی اختیارات 'حاکم' کے سپرد کیے گئے ہیں جو صدر مملکت کا نامزد کردہ ہوگا اور براہ راست اسی کو جواب دہ ہوگا۔ حاکموں کی تعیناتی ''ولایتی'' [شاید صوبہ؟]، ''شاخیری'' (قصبات) اور ''اٹریپی'' (اضلاع) میں کی جائے گی۔ دستور کے مطابق ان مقامی حاکموں کی یہ ذمہ داری ہے

کہ وہ صدارتی احکامات پر عمل درآمد اور مقامی انتظامی اداروں اور منتخب کونسلوں کے فیصلوں کی ''دستوری معائیر'' (constitutional norms) کے ساتھ مطابقت کو یقینی بنائیں (آرٹیکل ۸۰-۸۲)۔ اختیارات کے ارتکاز کے اس بوجھل نظام ـــ جس میں صدر مملکت تعیناتی سے لے کر کنٹرول تک کے وسیع اختیارات کا استعمال کرتا ہے ـــ کی جھلک ملک کے عدالتی سسٹم میں بھی نمایاں ہے۔ ہر سطح پر ججوں کی تعیناتی چیف ایگزیکٹو [منتظم اعلیٰ = صدر مملکت] کرے گا (آرٹیکل ۱۰۲)۔ مزید برآں دستور اُن حلقوں کا مطالبہ پورا کرنے میں بھی ناکام رہا ہے جو [دستور میں اختیارات کی تقسیم سے متعلق غیر متوازن صورت حال کے پیش نظر متنازعہ امور کے تصفیہ کے لیے] دستوری عدالت کی تشکیل کے خواہاں تھے۔

دستور کی رو سے اختیارات کے حوالے سے بلند ترین مقام صدر کو حاصل ہے جو اعلیٰ ترین انتظامی اختیارات کا مالک ہے، اور جو ''قومی آزادی، علاقائی سلامتی، دستور کے نفاذ اور بین الاقوامی معاہدات کی تنفیذ کا ضامن (guarantor) ہے'' (آرٹیکل ۵۴)۔ صدر کی قومیت اور اس کی عمر کی بالائی حد کے بارے میں مختلف حلقوں کی تجاویز رد کر دی گئی ہیں اور صدر کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ ترکمن قومیت سے تعلق رکھنے والا ایسا شہری ہو جو ملک کے اندر رہتا ہو اور جس کی عمر چالیس سال سے کم نہ ہو۔ دستور کے آرٹیکل ۵۷ میں صدر کو ''دستور پر عمل درآمد کی نگرانی، خارجہ پالیسی کے تعین، مسلح افواج کی قیادت، قومی پالیسیوں کے رخ کے تعین نیز مجموعی قومی صورت حال سے متعلق خلق مصلحتی سے سالانہ خطاب اور عدالتی اہل کاروں کی تعیناتی سے متعلق وسیع اختیارات دیے گئے ہیں۔ آرٹیکل ۶۰ کی رو سے صدر کو صرف دو صورتوں میں اپنے منصب سے ہٹایا جا سکتا ہے: (۱) خرابی صحت کی بنا پر اور، (۲) اگر وہ دستور کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو۔ صدر کا مواخذہ خلق مصلحتی کے دو تہائی ووٹوں سے کیا جا سکتا ہے۔

۲۱ جون ۱۹۹۲ء کو ایک مختصر انتخابی مہم کے بعد سپر مراد نیازوف کو ۹۹.۵ فی صد رائے

دہندگان نے جمہوریہ کا صدر منتخب کیا۔ نیازوف کے بطور صدر انتخاب کے بعد اُن کے گرد شخصیت پرستی کا حلقہ وسیع تر ہونا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ روسی زبان میں شائع ہونے والے اخبارات بھی صدر نیازوف کی تقاریر اور پریس کانفرنسوں کی رپورٹوں سے بھرے ہوئے نظر آنے لگے۔ صدر نیازوف کو ترکمنباشی (ترکمنوں کا لیڈر) کے نام سے یاد کیا جانے لگا اور چند ماہ کے اندر ہی انہیں متعدد سرکاری اعزازات سے نوازا گیا[۲۱]۔ ۱۹۹۲ء کے نصف آخر اور ۱۹۹۳ء کے اوائل میں متعدد اضلاع، دارالحکومت عشق آباد کی لینن سٹریٹ اور متعدد زرعی فارموں کے نام تبدیل کر کے انہیں نیازوف سے منسوب کیا گیا۔ ماسکو کے اخبارات میں ترکمنستان میں شخصیت پرستی کے اس بڑھتے ہوئے رجحان کو نشانہ تنقید بناتے ہوئے صدر نیازوف اور اس کے پرستاروں کا موازنہ ۷۰ کی دہائی میں آنجہانی سوویت صدر برزنیف اور اس کے گرد حلقہ بند حواریوں سے کیا گیا۔ ترکمنستان کے سرکاری پریس سے وابستہ قلم کاروں نے اس رجحان کا دفاع کرتے ہوئے اسے ترکمن عوام کی طرف سے ایک مضبوط اور قابل احترام لیڈر کے لیے حقیقی جذبات کے اظہار سے تعبیر کیا۔ مجلس کے ایک رکن نے تو یہاں تک کہا کہ: ''یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ صدر (نیازوف) محض ایک شخصیت نہیں ہیں بلکہ وہ طاقت اور ریاست کی علامت ہیں''[۲۲]۔ خود صدر نیازوف نے ایک اخبار نویس سے بات چیت کرتے ہوئے کہا: ''مجھے اس [خوشامد] کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہماری ریاست کو اس کی ضرورت ہے... عبوری دور میں ہماری ریاست میں صرف ایک لیڈر رہنا چاہیے۔ طاقت کے ایک سے زائد مراکز انارکی کو جنم دیں گے''[۲۳]۔

فروری ۱۹۹۳ء میں صدر نیازوف نے عوام کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے متعدد اداروں کے نام بدل کر ان کے نام پر رکھے۔ صدر نیازوف نے مزید کہا کہ ''یہ رجحان قوم میں یکجہتی پیدا کرنے کا سبب بنے گا اور اس کے نتیجے میں ریاست کی قوت میں اضافہ ہوگا''۔ صدر نیازوف نے مدہم لہجے میں تجویز پیش کی کہ ''شاید اب وقت آ گیا ہے کہ اس معمول کو ترک کیا جائے''[۲۴]، تاہم

سرکاری طور پر صدر نیازوف کی شخصیت سازی کا عمل جاری رہا۔ شخصیت پرستی کا یہ عمل اس وقت عروج پر پہنچا جب اکتوبر ۱۹۹۳ء میں پارلیمنٹ کی طرف سے سرکاری طور پر صدر نیازوف کو ترکمنباشی کے خطاب سے نوازا گیا اور اُن کے یوم پیدائش کو سرکاری چھٹی قرار دیا گیا۔ نومبر ۱۹۹۳ء میں متعارف کرائی جانے والی ترکمن کرنسی پر ان کی تصویر چھاپنے کا فیصلہ کیا گیا اور بحیرۂ کیسپین کی ترکمن بندرگاہ کراسنو ووڈسک کا نام بدل کر ترکمنباشی رکھ دیا گیا[۲۵]۔ ۱۹۹۳ء کے اواخر میں نیازوف کو تاحیات ترکمنستان کا صدر قرار دینے کی تجاویز سامنے لائی گئیں اور جنوری ۱۹۹۴ء میں ایک ریفرنڈم کے ذریعے انہیں ــ دستور کے مطابق ۱۹۹۷ء میں دوبارہ صدارتی انتخابات کا سامنا کرنے سے بچانے کے لیے ــ دوسری مدت کے لیے صدر منتخب کر لیا گیا۔ سرکاری نتائج کے مطابق ریفرنڈم میں صرف ۲۱۲ افراد نے دستوری ضروریات سے صرف نظر کرتے ہوئے نیازوف کو مزید پانچ سالوں کے لیے منصب صدارت سپرد کرنے کی تجویز کی مخالفت کی[۲۶]۔ دسمبر ۱۹۹۴ء میں پارلیمان کی پچاس نشستوں کے لیے ''انتخابات'' ہوئے۔ ان انتخابات میں مبینہ طور پر سرکاری طور پر نامزد کردہ پچاس کے پچاس ممبران ''بلامقابلہ'' منتخب ہوئے۔ غیر سرکاری رپورٹوں کے مطابق ''متعدد مقامات پر رائے رہندگان کی ایک معتدبہ تعداد نے حکومت کے نامزد کردہ امیدواروں کی مخالفت میں ووٹ ڈالا''[۲۷]۔

استحکام بذریعہ فرمان

ایک ہی شخص کے ہاتھوں میں اختیارات کے اس ارتکاز کے لیے بظاہر یہ معقول مگر درحقیقت مبالغہ امیز جواز فراہم کیا گیا کہ ایسا کرنا ملک کے اندر سیاسی استحکام برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس منطق کو آگے بڑھانے کے لیے [پڑوس کی] دوسری ریاستوں میں جاری جمہوری اصلاحات کے عمل کو انارکی، افراتفری اور بدنظمی کے ساتھ جوڑا جانے لگا۔ صدر نیازوف

اس بات کو بار بار دہرانے لگے کہ ترکمنستان میں پایا جانے والا سیاسی استحکام اور یہاں نسلی تعصب اور لسانی کشیدگی کی عدم موجودگی نہ صرف یہ کہ خود داخلی طور پر مثبت عوامل ہیں بلکہ ان کی بدولت ترکمنستان بیرونی سرمایہ کاروں کے لیے پرکشش خطہ بن سکتا ہے۔ ترکمنستان میں حزب مخالف کی ناتوانی صدر نیازوف کے تحکمانہ طرز حکمرانی کے تسلسل میں مدد و معاون ثابت ہوئی ہے۔ حزبِ مخالف کی اس کمزوری اور ناتوانی کو انیت بوہر نے چار عوامل کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق: اولاً، ترکمنستان میں تا حال قبائلی شناخت کو [قومی شناخت پر] فوقیت حاصل ہے۔ جمہوری اقدار سے وابستگی تو دور کی بات ہے، ترکمنوں میں تا ہنوز ترکمن قومی شناخت کو پذیرائی نہیں مل سکی ہے۔ ثانیاً، ترکمنستان میں سماجی اور معاشی ترقی کی سطح انتہائی پست ہے۔ دیہاتی آبادی اکثریت پر مشتمل ہے اور آبادی کی اس اکثریت کا شہروں میں آباد نسبتاً بہتر تعلیم یافتہ طبقہ اشراف سے رابطہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ثالثاً، ترکمنستان میں ایسا منظم دانش ور طبقہ (intelligentsia) کا فقدان ہے جو عوام کو حرکت میں لانے یا رائے عامہ کو بیدار کرنے پر قادر ہو۔ اور رابعاً، ۱۹۸۰ء کی دہائی کے اواخر سے ترکمنستان میں حکام نے معاشرے کو انتہائی منظم اور سخت گرفت میں جکڑ کر رکھا ہوا ہے[۲۸]۔

ان تمام عوامل کے باوجود ترکمنستان میں محدود پیمانے پر حکام سے مایوسی اور اُن کی پالیسیوں پر عدم اطمینان کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ مئی ۱۹۸۹ء میں عشق آباد اور نبیت داگ میں سوویت دور کے ''کواپریٹوز'' کی طرف سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں اضافوں کے خلاف پرتشدد مظاہرے اور ہنگامے ہوئے۔ بعض رپورٹوں میں کہا گیا کہ ان ہنگاموں کے دوران آرمینیا مخالف نعرے لگائے گئے [شاید کواپریٹوز کے اہل کار آرمینیائی باشندے تھے][۲۹]۔ ۱۹۹۲ء میں بڑھتی ہوئی قیمتوں کے خلاف نبیت داگ کے بس اسٹیشن پر مزدوروں نے ہڑتال کی۔ ہڑتالی مزدوروں نے تنخواہوں میں پانچ سو فی صد اضافوں کا مطالبہ کیا۔ سرکاری ذرائع کے مطابق مزدوروں کے یہ مطالبات بلا جواز تھے۔ اس ہڑتال کے دوران جو ہنگامے ہوئے، سرکاری طور پر ان کے متعلق کہا گیا کہ ان میں

''مزدوروں نے خود اپنا نقصان کیا''۔ تاہم ان ہنگاموں کو فرو کرنے کے لیے متعلقہ محکمہ کے وزیر کے بھیجے جانے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی نوعیت شاید اتنی سنگین تھی کہ حکام کو ان کے نتیجے میں وسیع تر سماجی بے چینی (social unrest) پھیلنے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا[۳۰]۔

ترکمنستان میں نسبتاً علانیہ سیاسی تحریکیں مقاصد اور امکانات کے حوالے سے محدود نوعیت کی رہی ہیں۔ ایسی تحریکوں کو عموماً حکام کی طرف سے زبردست دباؤ کا سامنا رہا ہے۔ آ زگی برلک (اتحاد) تنظیم ۱۹۸۹ء کے اواخر میں وجود میں آئی جس کا پروگرام ثقافتی احیا اور ماحولیاتی مسائل سے متعلق آگاہی کو پروان چڑھانے پر مشتمل تھا۔ یہ تنظیم عشق آباد کے دانش وروں نے قائم کی تھی۔ یہ تنظیم بتدریج ترکمنستان کی غیر رجسٹر شدہ ڈیموکریٹک پارٹی میں مدغم ہو گئی کیوں کہ نئے حالات میں اس کے پروگرام میں ترکمنستان میں صدر نیازوف کی طرف سے رائج کردہ استبدادی نظام کے خلاف آواز اٹھانا شامل ہو گیا تھا[۳۱]۔ ترکمنستان میں احتجاج یا اختلاف رائے کو مظاہرے کی شکل میں سڑکوں پر لانے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ ستمبر ۱۹۹۱ء کے وسط میں سیاسی ورکروں کے ایک گروپ کو اس وقت گرفتار کر کے حوالہ زنداں کیا گیا جب وہ اگست ۱۹۹۱ء کی بغاوت کی ناکامی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے تھے[۳۲]۔

۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۳ء کے دوران ترکمن حکام نے متوقع مخالفین کی طرف سے بیرونی وفود کے ساتھ ملاقاتوں کے امکان کو محدود کرنے کے لیے اقدامات کیے۔ فروری ۱۹۹۲ء میں امریکی وزیر خارجہ جیمز بیکر کے دورہ ترکمنستان کے موقع پر مشہور ترکمن لکھاری آق محمد ولسا پار کو اس کی رہائش گاہ میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ آق محمد نے ۱۹۹۰ء میں نومود بچوں کی شرح اموات سے متعلق حقیقی اعداد وشمار سے پردہ اٹھایا تھا۔ آق محمد کے علاوہ دیگر ایسے سیاسی ورکروں کو گھروں کے اندر ہی رہنے کے احکامات دیے گئے جن سے متعلق یہ خدشہ تھا کہ وہ حکومت مخالف رجحانات رکھتے ہیں۔ ڈیموکریٹک پارٹی اور آزگی برلک کے بعض رہنماؤں کو مقامی ملیشیا کی میزبانی سے لطف اٹھانے

کے لیے ان کی بیرکوں میں بھیج دیا گیا۔اس کے باوجود برلک اور ڈیموکریٹک پارٹی کے بعض رہنما جیمز بیکر کے وفد کے بعض ارکان سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہوئے[۳۳]۔ ۱۹۹۲ء میں ہیلیسنکی واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کے وفود کے دوروں کے دوران بھی اسی طرح کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ایمنسٹی انٹرنیشنل کے وفد کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا گیا جب کہ وفد سے ملاقات کرنے والے مقامی آزاد اخبار ڈایانج کے ایڈیٹر محمد سلامتوف کو زدوکوب کیا گیا[۳۴]۔ ترکمن حکام مقامی سیاسی گروپوں اور دیگر وسط ایشیائی ریاستوں کے حزب مخالف سے تعلق رکھنے والے گروپوں کے مابین روابط کے بارے میں بھی بڑے حساس واقع ہوئے ہیں۔دسمبر ۱۹۹۲ء میں صدر نیازوف نے مبیّنہ طور پر اس وقت ازبک صدر کا ساتھ دیا جب کریموف نے بشکیک میں انسانی حقوق سے متعلق کارکنوں کے اجتماع کی اجازت دینے پر کرغیز قیادت کو ہدف تنقید و ملامت بنایا[۳۵]۔

حزب مخالف کو خوف وہراس کا نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ ترکمن حکام مقامی پریس کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں رکھنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ ۱۹۹۱ء کے موسم خزاں میں پریس پر سنسر شپ کی پالیسی کا از سر نو اعلان کیا گیا۔سنسر سے متعلق اداروں میں تعینات کیے جانے والے اہل کاروں نے اعتراف کیا کہ انہیں خود صدر نیازوف کی طرف سے یہ فرائض سونپے گئے ہیں کہ پریس میں کوئی ایسا مواد شائع نہ ہونے دیا جائے جو حکومتی پالیسی پر تنقید پر مشتمل ہو[۳۶]۔ مئی ۱۹۹۲ء میں نئے دستور کی منظوری سے قبل اس میں شامل ''پریس کی آزادی'' سے متعلق شقوں کو خذف کر دیا گیا تھا۔ دستور میں صرف آرٹیکل ۲۶ رہنے دیا گیا جس میں ''ترکمن شہریوں کے معلومات وصول کرنے سے متعلق حق'' کو اس شرط کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ معلومات مملکت، سرکار یا [سرکاری] تجارت سے متعلق خفیہ رازوں پر مشتمل نہیں ہونی چاہییں۔ پریس پر سرکاری کنٹرول سے متعلق حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ترکمن حکام کا رویّہ اس بارے میں قطعاً معذرت خواہانہ نہیں ہے۔صدر نیازوف کے مطابق: ''عبوری دور کے اس اولین مرحلے میں ہم ذرائع ابلاغ عامہ پر

مضبوط گرفت رکھیں گے تاکہ قبائلی یا نسلی بنیادوں پر تنازعات اٹھنے کے عمل کو روکا جا سکے''[۳۷]۔
اگست ۱۹۹۴ء میں پریس پر حکومتی کنٹرول کو ایک پارلیمانی فرمان کے ذریعے مزید سخت کر دیا گیا جس میں اخبارات کو حکم جاری کیا گیا کہ وہ صدر نیازوف کا ذکر ''ترکمنباشی'' کے لقب سے کریں۔ فرمان میں کہا گیا کہ خلاف ورزی کی صورت میں متعلقہ اخبارات پر جرمانہ عائد کیا جائے گا[۳۸]۔

معاشرتی امن اور سماجی ہم آہنگی اور مطابقت پر ضرورت سے زیادہ اصرار دراصل جمہوریت اور [جمہوری نظام میں] حزب مخالف کے کردار سے متعلق ترکمن حکومت کے سرکاری مؤقف کا آئینہ دار ہے۔ حکومتی اہل کار اس بات کا اعادہ کرتے رہتے ہیں کہ [عوامی] اجتماعات اور مظاہروں کا وہ ماحول جو روس اور دیگر ریاستوں کا خاصہ ہے، ترکمن روایتی معاشرے کے اقدار سے مطابقت نہیں رکھتا ہے[۳۹]۔ ۱۹۹۲ء میں صدر نیازوف امریکی سینیٹر الان کرانسٹن کے ان کمنٹس (comments) کو بار بار دہراتے رہے کہ امریکہ میں رائج جمہوریت کو ترقی کرنے میں دو سو سال کا طویل عرصہ لگا۔ سینیٹر کرانسٹن نے یہ بات ۱۹۹۲ء میں ہی اپنے دورۂ ترکمنستان میں کہی تھی۔ صدر نیازوف کے مطابق عبوری دور میں وسیع تر انتظامی اختیارات ضروری ہیں۔ ان کے خیال میں: ''ترکمنستان میں آئندہ تقریباً دس سال تک معاشرتی امن اور سماجی ہم آہنگی کے تحفظ کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ معاشرتی امن اور سماجی مطابقت کے اس پرسکون مرحلے کی تکمیل جمہوریہ ترکمنستان کی سیاسی آزادی اور اقتصادی استحکام کا پیش خیمہ ہوگی''[۴۰]۔ گو نیازوف کا آمرانہ طرزِ حکومت فی نفسہ سیاسی پارٹیوں کی بندش کے مترادف نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس مخصوص حالات میں دستور سیاسی پارٹیوں کی تشکیل اور رجسٹریشن کی اجازت دیتا ہے، تاہم استبدادی نظام حکومت کا خاصہ ہے کہ اس میں بہت ساری پابندیاں متعارف کرائی جاتی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ترکمن حکام کا مقصد سرکاری پارٹی ــــ ڈیموکریٹک پارٹی آف ترکمنستان ــــ کی چھتری تلے ذیلی پارٹیوں کے ظہور کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ ۱۹۹۲ء کے موسم خزاں میں اس فارمولے پر عمل کرتے ہوئے کسان پارٹی

(Peasant Party) کی رجسٹریشن کی گئی[۴۱]۔ صدر نیازوف کا استدلال ہے کہ ''بلاضرورت اور بغیر سماجی بنیادوں کے پارٹی کی تخلیق کی اجازت نہیں دی جا سکتی''۔ ان کے مطابق ''پارٹی برائے پارٹی تشکیل دینا ایک بے مقصد اور لایعنی عمل ہے''۔ صدر نیازوف اس سلسلے میں سیکرٹری خارجہ جیمز بیکر کی طرف سے کنایتاً [ترکمنستان میں] اسلامی پارٹی کے ظہور کے عمل کو روکنے پر رضامندی کا ذکر کرتے رہے ہیں[۴۲]۔ ازبکستان کے صدر اسلام کریموف کی طرح صدر نیازوف بھی ''بنیاد پرستی'' کی روک تھام کو جبر اور تشدد پر مبنی اپنی پالیسیوں کے لیے بطور جواز پیش کرتے ہیں۔ بنیاد پرستی کے اس بھوت کا حوالہ دے کر صدر نیازوف نے اپنے ازبک ہم منصب کی طرح تمام 'اسلامی اداروں' پر مکمل حکومتی کنٹرول قائم کر لیا ہے۔ صدر نیازوف شاید اس سلسلے میں صدر اسلام کریموف سے بھی زیادہ کامیاب رہے ہیں [کریموف کے برعکس نیازوف کو اس سلسلے میں کسی قسم کی قابل ذکر مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے]۔ مذہبی اداروں کے پروگرام کے احیا کے تحت صرف ۹۲-۱۹۹۱ء میں ایک سو کے قریب نئی مساجد کا افتتاح کیا گیا (۱۹۸۶ء میں ترکمنستان میں مساجد کی تعداد صرف چار تھی) تاہم جب سیاست کی بات آتی ہے تو ریاست [حکومت] اسلام کو فاصلے پر رکھتی ہے۔ مذہبی رہنماؤں کے ساتھ [اخباری] مکالموں سے پتہ چلتا ہے کہ سابق صدر برزنیف کے عہد سے اب تک کچھ بھی تو نہیں بدلا ہے۔ مذہبی رہنماؤں کا واحد کام حکومت وقت کے ساتھ وفاداری کی تبلیغ کرنا اور ''اچھے مسلمانوں'' کو تعلیم و تربیت دینا ہے[۴۳]۔ ہاں اتنا فرق ضرور پڑا ہے کہ اب حکمران اپنے آپ کو [ملحد کمیونسٹ کہلانے کے بجائے] اچھے مسلمان کے طور پر پیش کر رہے ہیں اور اس کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں کہ انہیں ''اسلام کا احترام کرتے ہوئے'' دکھایا جائے۔

دستور میں ملک کے لیے سیکولر نظام تعلیم تجویز کیا گیا ہے (آرٹیکل ۱۱)۔ تاہم نیازوف نے [اپنی اسلامیت کا ثبوت دیتے ہوئے] تجویز پیش کی ہے کہ اسلامی تاریخ [اسلام نہیں] کو سرکاری

سکولوں میں بطور مضمون پڑھایا جانا چاہیے[۴۴]۔ نیازوف نے شادی بیاہ سے متعلق بعض [اسلامی؟] روایات، جو سوویت عہد میں جرائم قرار دے دی گئیں تھیں، پر سے پابندی اٹھانے کا بھی اعلان کیا ہے[۴۵]، اور سرکاری ریڈیو کی صبح کی نشریات آیات کریمہ [یا دعا] سے شروع کرنے کی اجازت دی ہے تاہم اس سلسلے میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ صرف اُن آیات کریمہ کا انتخاب کیا جائے جن میں مسلمانوں کو اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ہو[۴۶]۔ بنیادی طور پر صدر نیازوف تاجکستان جیسے حالات سے اپنے ملک کو [بہرصورت] بچانا چاہتے ہیں۔ وہ 'سیاسی اسلام' کو اتحاد کے بجائے انتشار کی قوت سمجھتے ہیں جس کے نتیجے میں معاشرے میں انقسام پیدا ہو جاتا ہے''۔ نیازوف [اسلامی] بنیاد پرستی کا ہوّا کھڑا کر کے مغرب، امریکہ اور روس کو ملک میں حکومت مخالف عناصر کے خلاف جبر و تشدد پر مبنی اپنی پالیسیوں سے صرف نظر کرنے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔

سماجی امن برقرار رکھنے سے متعلق ترکمن حکومت کے اندیشوں کا واضح اظہار نسلی گروپوں سے متعلق اس کی پالیسوں سے بھی ہوتا ہے۔ اب تک ترکمنستان میں بڑے پیمانے پر نسلی کشیدگی اور لسانی تنازعات سے بچاؤ کی تدبیریں خاصی حد تک کامیاب رہی ہیں۔ ترکمنستان میں خاصی تعداد میں اقلیتی گروپ پائے جاتے ہیں۔ ۱۹۷۹ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق ملک کی کُل آبادی ستائیس لاکھ چونسٹھ ہزار سات سو اڑتالیس (۲،۷۶۴،۷۴۸) تھی جس میں ترکمنوں کی تعداد اٹھارہ لاکھ اکانوے ہزار چھ سو چھیانوے (۱،۸۹۱،۶۹۶) تھی، ازبک آبادی دو لاکھ تینتیس ہزار سات سو تیس (۲۳۳،۷۳۰) افراد پر مشتمل تھی، روسیوں کی تعداد تین لاکھ انچاس ہزار ایک سو ستر (۳۴۹،۱۷۰) تھی اور قازق آبادی اناسی ہزار پانچ سو انتالیس (۷۹،۵۳۹) نفوس پر مشتمل تھی۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار (۱۶۰،۰۰۰) افراد کا تعلق دیگر مختلف نسلی گروہوں سے تھا[۴۷]۔ ۱۹۸۹ء کے مظاہروں کے دوران میں [جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے] اگرچہ آرمینیائی باشندوں کے خلاف نفرت کے جذبات کا اظہار کیا گیا، تاہم اس کے بعد سے نسلی تعصب کے علانیہ اظہار پر موثر

کنٹرول حاصل کر لیا گیا ہے۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ دیگر وسط ایشیائی ریاستوں کے برعکس ترکمنستان کے اقلیتی گروہوں میں کسی خاص علاقے یا مخصوص وسائل سے متعلق دعویداری کے رجحانات زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ترکمنستان میں لسانی تنازعات کے امکانات نہیں پائے جاتے۔ ترکمنستان کے کردوں اور بلوچوں میں ملک کے اندر ان کے لیے خود مختار علاقوں کے قیام سے متعلق خواہشات پائی جاتی ہیں۔ قازقستان میں شامل جزیرہ نمائے منگیشلاک کو بھی ترکمنستان اپنا علاقہ سمجھتا ہے۔ منگیشلاک بحیرۂ کیسپین کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ جزیرے سے متعلق ترکمنوں کی خواہش ہے کہ یا تو اس کے بعض علاقے ترکمنستان کو واپس کر دیے جائیں اور یا پھر یہاں سے نکالے گئے ترکمنوں کو پھر سے یہاں آباد ہونے کی اجازت دی جائے[۴۸]۔

نیازوف حکومت لسانی اور نسلی حوالوں سے تعصب، منافرت اور کشیدگی کو اگرچہ منظر عام پر آنے سے روکنے میں کامیاب رہی ہے، تاہم ایسے اشارے ملتے رہے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس حوالے سے ملک میں کشیدگی پائی جاتی رہی ہے۔ ۱۹۹۲ء کی ابتدا میں ترکمنستان کی سیکورٹی ایجنسیز کے سربراہ اے. اوواچوف نے ملک کے غیر ترکمن شہریوں کی طرف سے گمنام اور دھمکی آمیز خطوط موصول ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دیگر ریاستوں سے آئے ہوئے ''مہمان'' ترکمنستان کی علیحدگی پسند طاقتوں کو بڑھکانے میں مصروف رہے ہیں[۴۹]۔ ترکمن حکام کی انتہائی کوشش رہی ہے کہ فنی مہارت کے حامل روسی شہریوں کے ملک سے ہجرت کرنے کے عمل کو روکا جائے۔ چنانچہ ترکمن حکام ترکمنستان اور روسی فیڈریشن کے مابین خوشگوار تعلقات پر ہمیشہ زور دیتے رہے ہیں۔ ترکمن حکام نے مقامی آبادی کی طرف سے روسیوں کو زبردستی ملک سے نکالنے کی کوششوں کی سختی سے مزاحمت کی ہے۔ ۱۹۹۲ء کے آئین میں نہ تو روسی زبان کو ''بین القومیتی ابلاغ کی زبان'' کی حیثیت دی گئی ہے اور نہ ہی ترکمن کے ساتھ ساتھ اسے سرکاری زبان تسلیم کیا

گیا ہے۔ اس پس منظر میں جب روس نژاد اخبار نویسوں نے نیازوف اور ان کی حکومت کو نشانۂ تنقید بنایا تو صدر نیازوف نے ان کی تنقید کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ دستور سے ہٹ کر زبانوں سے متعلق ایک الگ قانون (law on languages) موجود ہے جس میں تمام زبانوں کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ صدر نیازوف نے ان دعووں کی تردید کی کہ روسی ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کے برعکس ۱۹۹۱ء میں پانچ ہزار کی تعداد میں لوگ باہر سے ترکمنستان میں آ کر آباد ہوئے [صدر نیازوف نے یہ نہیں بتایا کہ ان نو واردوں کا تعلق کس نسل سے تھا]۔ بعد میں شماریات سے متعلق سرکاری اداروں نے پانچ ہزار روسیوں کے ملک چھوڑ کر چلے جانے کا اعتراف کرتے ہوئے قفقاز میں تنازعات والے علاقوں سے پانچ ہزار چھ سو افراد کی ترکمنستان آمد کا ذکر کیا[۵۰]۔ ترکمن حکام نے روسیوں کے انخلاء کو روکنے کے لیے ان کے لیے دوہری شہریت کے حصول کو ممکن بنانے کا بھی وعدہ کیا ہے۔ ۱۹۹۴ء کے وسط میں ترکمنستان کے روسی شہریوں نے شکایت کی کہ ترکمنستان میں ان کی بقاء عملاً ناممکن ہوگئی ہے[۵۱]۔ یہ حقیقت ہے کہ روسی ترکمنستان چھوڑ کر جا رہے ہیں تاہم ترکمنستان سے ''مادر روس'' کا رخ کرنے والے روسیوں کی تعداد دیگر وسطی ایشیائی ریاستوں سے ہجرت کر کے جانے والے روسیوں کی نسبت بہت تھوڑی ہے۔ ترکمنستان میں موجود سیاسی استحکام اور مستقبل میں اس کی اقتصادی خوش حالی کے امکانات کے پیش نظر ترکمن روسیوں کی اکثریت یہاں سے ہجرت کرنے میں کچھ زیادہ رغبت نہیں رکھتی ہے۔ ترکمنستان میں اقتصادی ترقی کے حصول کے بعد شاید مستقبل میں کسی مرحلے پر ملک میں روسی فنی ماہرین پر انحصار کم ہو جائے گا۔ اس صورت میں روسیوں کی ملک میں موجودگی ایک بار پھر سیاسی مسئلہ بن سکتی ہے۔

ترکمن حکام کے لیے نسلی کشیدگی سے بھی زیادہ نازک مسئلہ قبیلہ پرستی ہے۔ انیت بوہر کے مطابق: مضبوط قومی شناخت کے ابھرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ترکمن عوام میں موجود قبیلہ

پرستی کے مضبوط رجحانات ہیں۔ آزادی کے بعد ترکمن حکام کی طرف سے قبائلی لڑائی جھگڑوں کی برائے نام مذمت کے سوا اس مسئلہ کی سنگینی کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ قبائلی منافرت سے متعلق واقعات کی رپورٹنگ ہمیشہ سے ناقص رہی ہے۔ ایک روسی صحافی نے قبائلی وابستگیوں کی بنیاد پر مسلح افواج میں کشیدگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ قبیلہ پرستی اور قبائلی وابستگی کی بنیاد پر [فوجیوں میں] تصادم اور تنازعات معمول بن گئے ہیں اور نتیجتاً متحارب قبائل سے تعلق رکھنے والے فوجی مسلح افواج چھوڑ کر فرار ہونے لگے ہیں۔ مذکورہ روسی صحافی کے مطابق مذہبی رہنماؤں کی مداخلت بھی تنازعات کی اس آگ کو فرو کرنے میں ناکام ثابت رہی ہے۵۲۔ صدر نیازوف بھی بعض مواقع پر اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے رہے ہیں۔ ۱۹۹۳ء کے وسط میں کابینہ کی ایک میٹنگ کے دوران میں صدر نیازوف نے اُن منفی عوامل کی مذمت کی جو بیوروکریسی کی کارکردگی کو متاثر کر رہے ہیں اور اصلاحات کے عمل میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اِن منفی عوامل کے ضمن میں انہوں نے خاندانی وابستگیوں کا ذکر بھی کیا۵۳۔ ایسے اشارے بھی ملتے رہے ہیں کہ ۱۹۹۴ء کے وسط سے حکمران طبقہ/اشراف کے اندر کشیدگی پائی جاتی رہی ہے۔ بعض افواہوں کے مطابق ماری [مرو] کی علاقائی انتظامیہ کے سربراہ جن کا تعلق ٹیکے ترکمانوں کی ایک ایسی شاخ سے ہے جو صدر نیازوف کے خاندان سے پرخاش رکھتا ہے [صدر نیازوف کا تعلق بھی ٹیکے ترکمن قبیلے سے ہے]، صدر نیازوف کی حکومت کے لیے ایک سنجیدہ چیلنج بن کر سامنے آئے۔ مدتوں تک حکمران حلقوں سے وابستگی کی بنا پر صدر نیازوف اور ان کے خاندان کی قبائلی وابستگیاں انتہائی کمزور ہو گئی ہیں۵۴۔

۱۹۹۴ء اور اس کے مابعد کے عرصہ میں یہ حقیقت بتدریج آشکار ہونا شروع ہو گئی ہے کہ نیازوف حکومت کے سطحی استحکام کے باوجود ان کی حیثیت ناقابل چیلنج نہیں ہے۔ ۱۹۹۳ء کے اواخر میں ترکمن وزیر خارجہ عبدی کولئیف نے نیازوف کے طرز حکمرانی پر احتجاج کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا۔ انہوں نے استعفیٰ دیتے ہوئے صدر نیازوف کی طرف سے شخصیت پرستی کو پروان

چڑھانے پر مبنی پالیسیوں کو ہدف تنقید بنایا۔۱۹۹۴ء میں کولئیف ماسکو میں نیازوف کے خلاف تحریک منظم کرنے میں مصروف رہے۵۵۔ اگرچہ صدر نیازوف کی مخالف تنظیمیں چھوٹی، کمزور اور غیر موثر رہی ہیں، تاہم صدر نیازوف ان کا سنجیدگی سے نوٹس لیتے رہے ہیں۔اکتوبر۱۹۹۴ء میں نیازوف حکومت نے ماسکو سے اپیل کی کہ ماسکو میں مقیم ان کے مخالفین کو ان کے حوالے کر دیا جائے۵۶۔۱۹۹۴ء ہی میں جب صدر نیازوف کی صحت خراب تھی، یہ افواہیں گردش کرنے لگیں کہ عشق آباد کے حکمران حلقوں میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ ماسکو کے اخبارات میں ایک ایسی امکانی بغاوت سے متعلق رپورٹیں چھپیں جس کی قیادت مرو کے مقامی حکومت کے سربراہ اور دوشنبے کی مرکزی حکومت کے وزیر زراعت کر رہے تھے۔اگرچہ متعلقہ حلقوں کی طرف سے ان رپورٹوں کی تردید کی گئی تاہم مذکورہ وزیر زراعت کو جولائی ۱۹۹۴ء میں بدعنوانی کے الزام میں برطرف کر دیا گیا۔وزیر زراعت کے ساتھ ہی ان سے ہمدردی رکھنے والے کئی حکومتی اہل کاروں کو ان کے عہدوں سے برخاست کر دیا گیا۵۷۔نیازوف تاہنوز اپنے مخالفین کو کچلنے میں کامیاب رہے ہیں تاہم اگر اقتصادی ترقی سے متعلق ان کے پروگرام جلد کامیاب نہ ہو سکے تو ان کی مخالفت ابھر کر سامنے آسکتی ہے۔ نیازوف کی صحت کی خرابی کی صورت میں بھی ان کے سیاسی اور خاندانی مخالفین کھل کر سامنے آسکتے ہیں۔اس صورت میں شاید نیازوف کے لیے ''استحکام بذریعہ فرمان'' کی پالیسی جاری رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ نیازوف کا مستقبل یقیناً تیز تر اقتصادی ترقی کے حصول سے مربوط ہے۔

اقتصادی اصلاحات

وسط ایشیائی لیڈروں کی نظر میں ان کی موجودہ اقتصادی مشکلات کا سبب ماضی میں ایک سو سال تک کے ان کے علاقوں کا استعماری استحصال ہے۔اس سلسلے میں وہ بجا طور پر اس حقیقت کی

طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ماضی میں ان کے علاقوں کو ایسے خام مال کی پیداوار کے لیے مختص رکھا گیا جو مرکز کی معیشت کے استحکام کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ انہیں شکایت ہے کہ سوویت عہد میں ان کے علاقوں کی اقتصادی ترقی کو مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا اور مرکز کی طرف سے ایسی پالیسیاں ان پر مسلط کی گئیں جن کے اقتصادی اور ماحولیاتی اثرات خطے کے لیے تباہ کن ثابت ہوئے اور جن کی وجہ سے خطے کے عوام کی صحت پر انتہائی مضر اثرات مرتب ہوئے ۵۸۔ ۱۹۸۹ء میں سوویت کانگریس آف پیپلز ڈپٹیز [عوامی نمائندگان کی سوویت کانگرس] سے خطاب کرتے ہوئے نیازوف نے کہا تھا:

> جمہوریہ [ترکمنستان] کا اقتصادی ڈھانچہ غیر معمولی طور پر بگاڑ کا شکار ہے۔ اشیائے صرف کی فی کس پیداوار سوویت یونین کی فی کس اوسط پیداوار کے ایک تہائی کے برابر ہے۔ اگرچہ ترکمنیا کی کپاس کی فی کس پیداوار [تمام سوویت یونین میں] بلند ترین ہے تاہم ہماری دکانوں میں کپاس کی مصنوعات [کپڑا] مشکل سے ہی نظر آتی ہیں ... ترکمنیا کپاس، قدرتی گیس، تیل کی مصنوعات، کیمیکلز اور دیگر اشیاء کی پڑوسی جمہوریتوں کو سپلائی سے متعلق تمام تر منصوبوں پر عمل درآمد کرتی ہے، تاہم ہمیں جواب میں ان جمہوریتوں سے [اپنی ضرورت کی اشیاء کی] وصولی میں بعض اوقات مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بطور مثال یوکرین ہمیں منصوبے کے مطابق کاٹن یارن کی سپلائی کرنے میں ناکام رہا ہے حالانکہ یہ کاٹن یارن ہماری ہی کپاس سے بنا ہے ... ہمارے خیال میں یہ صورت حال غیر معمولی ہے ۵۹۔

دوسری طرف ماسکو کا موقف یہ رہا ہے کہ خطے کی اقتصادی ترقی کی منصوبہ بندی سوویت یونین کی تمام جمہوریتوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر باہمی مفادات کے حصول کے اصولوں کی بنیاد پر کی گئی۔ ماسکو کے حکمران حلقوں کے مطابق ۸۰ کی دہائی کے آخری سالوں کے دوران

ترکمنستان کے مقامی بجٹ کی ۲۱ فی صد (21%) ضروریات مرکزی حکومت کی طرف سے پوری کی جاتی رہی ہیں۔ روسیوں کے مطابق ترکمن حکومت کی اقتصادی مشکلات کا سبب جمہوریہ میں آبادی کی بڑھتی ہوئی شرح ہے۔ ان کے مطابق ۸۰ کی دہائی میں ترکمنستان کی آبادی میں چونتیس فی صد (34%) کی شرح سے اضافہ ہوا، ان حالات میں مرکز کو ترکمنستان کی مشکلات کا ذمہ دار نہیں گردانا جاسکتا ہے[۶۰]۔

وسطی ایشیا پر سوویت عہد حکمرانی کے اثرات کا تفصیلی جائزہ پیش کرنا ہمارے اس مقالے کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ الستائر میک اولے (Alastair Mc Auley) کے مطابق سوویت عہد کے ستر سالوں کے دوران وسطی ایشیا میں مثبت اور منفی دونوں طرح کی اقتصادی سرگرمیاں جاری رہی ہیں۔ اگرچہ کاغذی حد تک، دیگر جمہوریتوں کے ساتھ، برابری حاصل کر لی گئی تھی اور ۱۹۱۷ء کے بالشویک انقلاب کے بعد یہاں شرح خواندگی میں ڈرامائی انداز میں اضافہ ہوا، تاہم بیش تر اقتصادی اشاریے اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ خطے کی اقتصادی ترقی ایران اور ترکی جیسے ممالک کی اقتصادی ترقی کی سطح سے آگے نہیں بڑھ سکی[۶۱]۔ یہ بات عیاں ہے کہ سوویت مرکزی حکومت نے خطے پر اقتصادی ترقی کا ایسا ماڈل مسلط کیا جس میں مقامی آبادی کی ضروریات اور خواہشات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔ انہیں واحد فصل - کپاس - کی آمدنی پر انحصار کے غیر صحت مند نتائج کا نشانہ بنایا گیا۔ ترکمنستان میں مرکز کی طرف سے مسلط کردہ پالیسیوں کا نتیجہ یہ تھا کہ ۱) اس کی کپاس اور قدرتی گیس کی پیداوار کا پچانوے فی صد (95%) حصہ پروسیسنگ کے لیے دیگر ریاستوں/جمہوریتوں میں بھیجا جاتا تھا، ۲) کہ اس کی قابل کاشت زمین کا پچاس فی صد (50%) یا اس سے بھی زائد حصہ صرف کپاس کی پیداوار کے لیے مخصوص رکھا گیا جس کے نتیجے میں اسے اشیائے صرف سے متعلق اپنی ستر فی صد ضروریات کی فراہمی کے لیے دیگر جمہوریتوں پر انحصار کرنا پڑتا تھا[۶۲]۔ ۱۹۹۲ء میں شائع ہونے والی بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ

۱۹۹۱ء میں ترکمنستان غلہ کی ضروریات کا پینسٹھ فی صد (65%) حصہ، آلو کی ضروریات کا ستر فی صد (70%) حصہ اور چینی کی سوفی صد (100%) ضروریات باہر سے برآمد کرتا تھا۔[۶۳]

سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد سے ترکمنستان کی زبردست کوشش رہی ہے کہ وہ اپنی آزادی کو جلد از جلد حقیقت میں بدل دے۔ اس سلسلے میں ترکمن حکام نے جو حکمت عملی اختیار کی ہے اس میں قابل فروخت اشیاء کی سابق سوویت ریاستوں کے بجائے عالمی مارکیٹوں میں فروخت کی حوصلہ افزائی کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ ترکمن حکام سابق سوویت ریاستوں کو بھی اپنی اشیاء عالمی مارکیٹوں میں ان کی حقیقی قیمتوں سے قریب ترین قیمتوں پر بیچنے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ترکمن حکام اپنی معیشت کی توسیع اور تجدید (diversification and modernization) کی کوششوں میں بھی مصروف ہیں تا کہ نو آزاد سابق سوویت ریاستوں پر انحصار کے شکنجے سے نکلا جا سکے۔ ترکمن حکومت کو اس حقیقت کا ادراک ہے کہ ستر سال کے طویل عرصہ کے دوران میں پروان چڑھائے جانے والے باہمی انحصار پر مبنی اقتصادی ڈھانچوں کی گرفت سے فوری آزادی ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ عشق آباد کے حکمران حلقے مستقبل میں کافی عرصہ تک روس کے ساتھ تجارتی شراکت کی اہمیت کا بار بار اظہار کرتے رہے ہیں[۶۴]۔ ترکمنستان بہرحال، روس کی طرح، اقتصادی میدان میں ''شاک تھراپی'' متعارف کرانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگرچہ ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کو تقریباً تمام وسط ایشیائی ریاستوں کی طرح ترکمنستان نے بھی قیمتوں پر سرکاری کنٹرول ختم کرنے کا اعلان کیا تاہم اس کے چند ہی روز بعد صدر نیازوف نے ایک صدارتی فرمان کے ذریعے بنیادی ضرورت کی اشیاء — مکھن، ساسیج وغیرہ — کی قیمتوں میں تقریباً پچاس فی صد کمی کرنے کا فیصلہ صادر کر دیا۔ مزید یہ کہ اس فرمان کے ذریعے بنیادی ضرورت کی تمام اشیاء پر از سر نو سرکاری کنٹرول قائم کرنے کا اعلان کیا گیا[۶۵]۔ ترکمن حکومت اگرچہ رسمی طور پر منڈی کی معیشت کو اپنانے کا دعویٰ کرتی ہے تاہم عملاً وہ اقتصادی اصلاحات کے عمل کو اس

انداز اور رفتار سے آگے بڑھا رہی ہے جو ترکمن حکام کے مطابق ''جمہوریہ کی ضروریات سے مطابقت رکھتا ہے''۔ فروری ۱۹۹۲ء میں صدر نیازوف نے کہا کہ 'منڈی کی معیشت کی ترویج اور اقتصادی اصلاحات کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ قیمتوں کو غیر معقول حد تک بڑھنے دیا جائے؛ ہر چیز کی نجکاری ہو اور خاموش رہ کر غربت کو سایہ پھیلانے کی اجازت دی جائے'۔ صدر نیازوف کے خیال میں مغربی سرمایہ دارانہ نظام دو صدیوں کے مسلسل تجربات کا نچوڑ ہے چنانچہ اسے نئے علاقوں میں بھی تدریجی انداز میں متعارف کرایا جانا چاہیے۔ نیازوف اولین مرحلے میں چھوٹی اور درمیانی صنعتوں کی نجکاری کرنا چاہتے ہیں اور زراعت کے شعبے میں زمین کی شخصی ملکیت کو متعارف کرانا چاہتے ہیں۶۶۔ اقتصادی منصوبہ بندی کی سرکاری ایجنسی کے سربراہ کے مطابق: اقتصادی اصلاحات کے عمل کے ابتدائی مرحلے کے اہداف کے تعین اور حصول کے لیے صدر نیازوف کی سربراہی میں ایک سرکاری کمیشن قائم کیا گیا ہے۔ اس کمیشن نے ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۵ء تک کے تین سالوں کے دوران اقتصادی استحکام کی طرف پیش رفت کا جائزہ لینا اور مستقبل میں مزید اقتصادی اصلاحات سے متعلق اقدامات تجویز کرنا تھا۔ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۵ء کے عرصہ کے دوران اقتصادی اصلاحات کے بڑے اہداف میں (۱) ترکمنستان کی زیادہ سے زیادہ پیداوار کی ملک کے اندر پراسیسنگ یقینی بنانا، (۲) غلہ اور اجناس میں خود کفالت حاصل کرنا (۱۹۹۲ء میں ترکمنستان اپنی غذائی ضروریات کا صرف ۴۱ فی صد پیدا کرتا تھا) اور (۳) تیل، گیس اور دیگر قدرتی وسائل اور معدنی ذخائر کی ترقی اور ان سے زیادہ بہتر انداز میں استفادہ یقینی بنانا شامل تھے۶۷۔ بعد میں ان اہداف کو نئے ''دس سالہ ترقیاتی پروگرام'' کا حصہ بنا دیا گیا۔

ترکمنستان میں منڈی کی آزاد معیشت کی ترویج کا زیادہ تر انحصار ملک میں کاروباری کلچر کے فروغ پر ہوگا۔ ترکمن سرکاری حلقوں میں منڈی کی معیشت سے متعلق خدشات اور بیوروکریسی میں آزاد معیشت سے متعلق مخصوص ماحول اور روابط ہائے کار کے لیے ناپسندیدگی کے جذبات ملک

میں کاروباری روح (entrepreneurial spirit) کی حوصلہ شکنی کا باعث بن رہے ہیں۔ کاروباری حلقے یہ شکایت کرتے رہے ہیں کہ انہیں ابتدائی سرمایہ کی فراہمی کے سلسلہ میں کسی قسم کی مدد فراہم نہیں کی جارہی ہے۔ مزید یہ کہ ملک میں ٹیکسوں کی شرح بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے کاروباری حلقے اپنے کاروبار کو نئے خطوط پر استوار کرنے کے عمل کو کارِلا حاصل سمجھنے لگے ہیں[۶۸]۔

۱۹۹۳ء کے اوائل میں صدر نیازوف نے تاجروں اور کاروباری حلقوں کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں صدر نیازوف نے اپنی حکومت کے اس فیصلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ 'قابل کاشت زمین خریدنے اور زرعی شعبے سے متعلق کاروباروں [یا کمپنیوں] کی تشکیل اور ترقی کے لیے حکومت فنڈز فراہم کرے گی'، کہا کہ ''ہم سب کو تجارت کرنا سیکھنا چاہیے''۔ صدر نیازوف نے مزید کہا کہ زرعی شعبے میں سرمایہ کاری کرنے والے افراد اور کاروباری اداروں کو ابتدائی پانچ سالوں کے دوران ان کے منافع پر ٹیکس سے استثناء حاصل ہوگا۔ صدر نیازوف نے تجارتی نمائندوں کو بتایا کہ چار سو سے زائد افراد کو ترکی، سوئزرلینڈ اور دیگر ممالک میں اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ وہ وہاں سے کاروبار اور تجارت کے جدید طریقے سیکھ کر آئیں[۶۹]۔

ترکمانستان کی اقتصادی خودانحصاری سے متعلق پروگرام میں توانائی کے شعبے کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ ملک میں پائی جانے والے گیس کے وسیع ذخائر کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا گیا ہے۔ عالمی مالیاتی فنڈ کے [ابتدائی جائزوں] کے مطابق ملک میں ۸۷ء۸ بلین مکعب میٹر گیس کے ذخائر پائے جاتے ہیں[۷۰]۔ [تازہ ترین اندازوں کے مطابق ترکمنستان میں گیس کے ذخائر دو سو ٹریلین مکعب فٹ کے قریب ہیں (مترجم)]۔ ۱۹۹۱ء میں ترکمنستان کی گیس کی سالانہ پیداوار ۸۴ بلین مکعب میٹر تھی۔ ۱۹۹۲ء میں یہ پیداوار کم کر کے ۸۰ بلین مکعب میٹر کر دی گئی تاکہ گیس کی صنعت سے وابستہ انجینیئروں کو ملک کے اندر کیمیکل پراسیسنگ پلانٹس کی تعمیر کے لیے زیادہ وقت فراہم کیا جا سکے۔ واضح رہے کہ تاحال (۱۹۹۵ء) ترکمن گیس کی پراسیسنگ رشین فیڈریشن میں ہوتی ہے[۷۱]۔

ترکمن حکام گیس کی پراسیسنگ کے لیے مقامی طور پر کیمیکل پلانٹس کی تعمیر کے نتیجے میں اس صنعت میں حاصل ہونے والی خود انحصاری کے بعد سابق سوویت ریاستوں کو بھی گیس عالمی منڈیوں میں اس کی قیمتوں کے مساوی معاوضے کے بدلے بیچنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تاہنوز سوویت ریاستوں کو گیس کی ترسیل ''عبوری انتظامات'' کے تحت ہو رہی ہے۔ رشین فیڈریشن ترکمنستان کو گیس کی عالمی قیمتوں کے تقریباً برابر معاوضہ ادا کرنے پر راضی ہو چکی ہے۔ تاہم ۱۹۹۲ء میں ترکمنستان اور یوکرین کے مابین گیس کی قیمتوں اور اس کی ادائیگی کے معاملات پر تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ تنازعہ تقریباً نو ماہ تک چلتا رہا۔ ترکمنستان اور یوکرین کے مابین فروری ۱۹۹۲ء میں ایک سودا طے پایا تھا جس کی رو سے ترکمنستان نے آٹھ سو روبل فی ایک ہزار کیوبک میٹر کے حساب سے یوکرین کو گیس سپلائی کرنی تھی تاہم چند ہی روز بعد یہ جھگڑا کھڑا ہو گیا کہ کیا گیس کی اس قیمت میں ٹرانسپورٹیشن چارجز (نقل و ترسیل کے اخراجات) بھی شامل ہیں یا نہیں۔ یوکرین کا اصرار تھا کہ وہ معاہدہ کے مطابق صرف گیس کی قیمت ادا کرے گا جبکہ ٹرانسپورٹیشن چارجز کی ادائیگی ترکمنستان کا مسئلہ ہے۔ ترکمنستان کا مؤقف تھا کہ وہ یوکرین کو پہلے ہی گیس کی عالمی قیمتوں سے دس گنا کم قیمت پر گیس فراہم کر رہا ہے، اگر یوکرین ٹرانسپورٹیشن چارجز بھی ادا نہیں کرتا تو ترکمن حکومت کو گیس کی سپلائی کے عوض کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ صدر نیازوف نے اس پس منظر میں یوکرین کو دھمکی دی کہ وہ آئندہ اسے گیس عالمی قیمتوں پر ہی فروخت کرے گا۔ ترکمنستان نے مارچ ۱۹۹۲ء سے یوکرین کو گیس کی ترسیل بند کر دی۔ یوکرین نے اس کے جواب میں ترکمنستان کی گیس کی عالمی منڈیوں تک ترسیل (یوکرینی علاقوں اور یوکرینی بندرگاہوں کے ذریعے) بند کرنے کی دھمکی دی۔ یہ صورت حال ترکمنستان کے لیے پریشان کن تھی۔ اس صورت میں ترکمنستان کو اُس زرمبادلہ سے ہاتھ دھونا پڑتے جو یوکرین کے راستے تیل کی بیرونی منڈیوں تک ترسیل سے اسے حاصل ہو رہا تھا۔ اس موقع پر صدر نیازوف سرکاری ٹیلی وژن پر نمودار ہوئے اور اپنے خطاب میں سوویت عہد

سے ورثہ میں ملنی والی اقتصادی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ترکمن عوام اور حکومت کو یوکرینی حکومت اور عوام سے بھی ہمدردی ہے تاہم آٹھ سو روبل فی ایک ہزار مکعب میٹر کے حساب سے یوکرین کو گیس کی فراہمی کا معاہدہ پہلے ہی یوکرین کے لیے خصوصی رعایت کا حامل ہے کیوں کہ بقول ان کے دیگر سابق سوویت ریاستوں کو گیس اس سے کہیں زیادہ قیمتوں پر فراہم کی جارہی ہے۔ یوکرین کے ساتھ یہ تنازعہ بالآخر ستمبر ۱۹۹۲ء کے اواخر میں حل کرلیا گیا جب یوکرین نے آٹھ سو روبل کے بجائے تین ہزار روبل فی ایک ہزار مکعب میٹر کے حساب سے ترکمن گیس خریدنے پر رضامندی کا اظہار کردیا۔ اس کے بعد یوکرین کو ترکمن گیس کی سپلائی از سر نو بحال کردی گئی[۴۷]۔

۱۹۹۳ء میں گیس کی ترسیل اور اس کی قیمتوں کے تعین سے متعلق کچھ اسی نوعیت کے تنازعات آرمینیا، آذربائیجان اور جارجیا کی حکومتوں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگرچہ یہ تنازعات بھی جلد حل کرلیے گئے تاہم ان تنازعات کے نتیجے میں ترکمن قیادت پر گیس کی فروخت کے سلسلے میں سابق سوویت ریاستوں پر انحصار کے مہلک اثرات آشکار ہونا شروع ہوگئے۔ چنانچہ ترکمن حکومت نے گیس کی ترسیل کے لیے متبادل پائپ لائنوں کی تعمیر کے منصوبوں پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کردیا۔ ان منصوبوں میں ایران اور ترکی کے راستے یورپ تک پائپ لائن کی تعمیر، چین کے راستے جاپان تک پائپ لائن کی تعمیر[اور افغانستان کے راستے پاکستانی بندرگاہوں تک پائپ لائن کی تعمیر] شامل تھے۔ اس کے ساتھ ہی ترکمنستان میں گیس کی مزید دریافت اور گیس کے کنوؤں کو ترقی دینے کے لیے بیرونی سرمایہ کاری اور بیرونی فنی مہارت سے استفادہ کرنے کی کوششیں تیز تر کردی گئیں۔ ترکمن حکومت کی ان کوششوں کے نتیجے میں ارجنٹائن کی ایک کمپنی [بریداس] کو جنوب مشرقی سیکٹر کے علاوہ گیس کے تقریباً تمام فیلڈز کو ترقی دینے اور یہاں سے جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے زیادہ سے زیادہ گیس کے اخراج کے حقوق (سات سال کے لیے) دے دیے گئے ہیں۔ معاہدے کے مطابق کمپنی ڈاؤن پے منٹ کے علاوہ نو دریافت کنوؤں سے

حاصل ہونے والی گیس کے منافع کا بیس فی صد حصہ حکومت ترکمنستان کو ادا کرے گی[۴۳]۔

قدرتی گیس کے ساتھ ساتھ ترکمنستان میں تیل کے بھی وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔تیل کے سلسلے میں ترکمنستان خوش قسمت ہے کہ اس کی ریفائننگ ترکمنباشی (کراسنوووڈسک) میں قائم اس کی اپنی آئل ریفائنریز میں ہوتی ہے۔ان ریفائنریز کا افتتاح ۱۹۹۱ء میں ہوا تھا۔اپریل ۱۹۹۳ء میں صدر نیازوف نے کابینہ کے ایک اجلاس میں آئل سیکٹر کی مکمل آزادی کا اعلان کرتے ہوئے آمو دریا کے طاس کے علاقوں اور بحیرہ کیسپیئن کے مشرقی سواحل میں تیل کے ممکنہ نئے ذخائر کے دریافت کے عمل پر زور دیا۔آج کل امریکہ، ہالینڈ، ارجنٹائنا اور یونائیٹڈ عرب ریفائنریز کے ماہرین ملک کے مختلف علاقوں میں تیل کی تلاش کے عمل میں مصروف ہیں۔ترکمنستان نے ۱۹۹۳ء کے وسط میں ایران کے ساتھ بھی ایک سمجھوتے پر دستخط کیے ہیں جس کی رو سے جائنٹ وینچرز کے قیام کے ذریعے ایران اور ترکمنستان ترکمن تیل کی بیرونی منڈیوں تک ترسیل کے منصوبوں پر کام کریں گے۔سمجھوتے کی رو سے ایران ترکمن ریفائنریز کی تعمیرِ نو بھی کرے گا[۴۴]۔

اقتصادی شعبے میں آزادی اور خود انحصاری کی ترکمن کوششوں میں زراعت کی تنظیم نو کو بھی خصوصی مقام حاصل ہے۔ترکمنستان کپاس کی پیداوار کو بطور ''قابل فروخت کموڈیٹی'' برقرار رکھنا چاہتا ہے تاہم وہ زرعی شعبے کی ڈائیورسیفکیشن (توسیع) کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے ہے۔تاکہ اس شعبے میں دیگر سابق سوویت ریاستوں پر انحصار کو کم کیا جا سکے۔اگرچہ کپاس کی کاشت کے لیے مخصوص زمین میں کمی کر دی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی کپاس کی پراسیسنگ کے لیے مقامی طور پر صنعتیں لگانے کا کام بھی جاری ہے تاہم مستقبل میں کافی عرصہ تک ترکمنستان کی کپاس کی پیداوار سابق سوویت ریاستوں کو ہی بیچی جاتی رہے گی۔ہاں البتہ ترکمن حکومت کوشش ہوگی کہ یہ ریاستیں ترکمن کپاس کا معقول معاوضہ ادا کریں۔بطور مثال ۱۹۹۲ء میں روس نے ترکمانستان سے سات لاکھ ٹن کپاس خریدی اور اس کے بدلے میں کپاس کی عالمی مارکیٹوں میں قیمتوں کے ستر فی صد کے

برابر معاوضہ ادا کیا۔ کپاس کی پیداوار برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ ترکمن حکومت زرعی شعبے سے متعلق دیگر ضروریات کی تکمیل پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ موجودہ مرحلے میں اجناس اور دیگر زرعی پیداواروں کی کمی کو پورا کرنے کے لیے ترکمن حکومت سابق سوویت ریاستوں سے رجوع کر رہی ہے۔ تاہم مقامی طور پر ان نایاب زرعی پیداواروں کی افزائش کی کوششیں بھی زور و شور سے جاری ہیں۔ توقع ہے کہ اگلے چند سالوں میں ترکمنستان اجناس کی پیداوار میں خودکفیل ہو جائے گا، مقامی طور پر چینی کی پیداوار شروع ہو جائے گی اور چاول اور گوشت کی مقامی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا[۷۵]۔ ۱۹۹۲ء میں شائع ہونے والے مقامی لیڈروں کے انٹرویوز اور مکالموں سے پتہ چلتا ہے کہ ملک میں ان اہداف کے حصول سے متعلق کافی حد تک رجائیت پائی جاتی ہے[۷۶]۔ تاہم یہ واضح نہیں ہے کہ دیگر سابق سوویت ریاستوں کی طرح یہاں بھی صرف دعووں سے کام لیا جا رہا ہے یا پھر اقتصادی احیاء سے متعلق ترکمن پروگرام حقیقی بنیادوں پر استوار کر لیا گیا ہے۔

پیداوار میں اضافہ سے متعلق اہداف کے حصول کی غرض سے ۱۹۹۳ء میں محدود زرعی اصلاحات کا اعلان کیا گیا۔ ابتداءاً ترکمنستان میں بھی دیگر سابق سوویت ریاستوں کی طرح زمین کو شخصی ملکیت میں دینے کے پروگرام کی مزاحمت کی کوششیں کی گئیں۔ ۱۹۹۲ء میں آئین کی منظوری سے قبل مسودے پر بحث و مباحثہ کے دوران 'کونیا اورگنج' ضلع کے کلیکٹو فارمز کے ضلعی کونسل کے ڈپٹی چیئرمین کے۔ سعیدوف نے تجویز پیش کی کہ آئین میں زمین کی خرید و فروخت پر مکمل پابندی کی شق شامل ہونی چاہیے کیوں کہ ''زمین ترکمنستان کی قدرتی دولت کا حصہ ہے جو ترکمن عوام کی مشترکہ ملکیت ہے''[۷۷]۔ ۱۹۹۳ء میں زرعی اصلاحات سے متعلق تجاویز میں کہا گیا کہ ''ان حکومتی فارموں اور کلیکٹو فارموں کو ختم نہیں کیا جائے گا جو کامیابی سے چل رہے ہیں''۔ اِن تجاویز میں کہا گیا کہ ہر خاندان کو پچاس ایکڑ زمین الاٹ کی جائے گی۔ مزید یہ کہ ہر خاندان پانچ سو ایکڑ سرکاری زمین لیز/ پٹے پر لے سکے گا تاہم پٹے پر لی گئی اس زمین میں حکومتی احکامات کے مطابق فصلیں

کاشت کی جاسکیں گی[78]۔ تجاویز کے مطابق زرعی اصلاحات کے اس پروگرام سے استفادہ کرنے والوں کو پانچ سال کی مدت کے لیے بلاسود قرضے دیے جائیں گے[79]۔ صدر نیازوف نے پہل کرتے ہوئے دارالحکومت عشق آباد کے نواح میں پچاس ایکڑ پر مشتمل غیر آباد مگر زرخیز زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کیا اور وہاں گندم کی ایک مقامی قسم کاشت کرنے کا عندیہ دیا[80]۔ اپریل ۱۹۹۳ء تک گیارہ ہزار خاندان/ افراد زرعی اصلاحات کے اس پروگرام سے استفادہ کر چکے تھے۔ جلد ہی سوویت دور کے ''مشین ٹریکٹر سٹیشنز'' کی طرز پر فنی امداد کے مراکز قائم کیے گئے جہاں سے زمینوں کے یہ نئے مالکان فارم مشینری [زرعی آلات] حاصل کر سکتے ہیں۔ ارجنٹائنی ماہرین نے مقامی کاشتکاروں کی خاصی رہنمائی کی اور انہیں گندم کی ایسی اقسام فراہم کیں جو کم پانی یا حتیٰ کہ پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں بھی پوری فصل دیتی ہیں۔ ان اصلاحات کے نتیجے میں یہ توقع کی جا رہی تھی کہ گندم کی ملکی پیداوار میں کافی حد تک اضافہ ہوگا اور دو یا تین سالوں کے اندر ملک گندم کی ضروریات کے سلسلے میں خود کفیل ہو جائے گا۔ ترکمن سٹیٹ لینڈ کمپنی کے سربراہ کے مطابق زرعی اصلاحات کا یہ پروگرام حکومت کے لے بہت مہنگا ثابت ہو رہا ہے تاہم حکومت اسے مستقبل کے لیے ایک ضروری انوسٹمنٹ [سرمایہ کاری] سمجھتی ہے[81]۔

ترکمنستان میں اقتصادی شعبے کے احیا اور معاشی ڈھانچوں کی ازسرنو تشکیل کے عمل میں پہلے سے موجود کارخانوں، صنعتی یونٹوں اور فیکٹریوں کی تجدید اور تعمیر نو کو اولین اہمیت حاصل ہے۔ آئل ریفائنریوں، خام مال کی پراسیسنگ کے لیے قائم فیکٹریوں اور زراعت سے وابستہ صنعتی یونٹوں کو جدید خطوط پر استوار کرنا اقتصادی اصلاحات کا اولین مرحلہ قرار دیا گیا ہے۔ عشق آباد ائیر پورٹ اور ترکمنباشی (کراسنوووڈسک) بندرگاہ کی توسیع اور تجدید لازمی قرار دی گئی ہے تاکہ درآمد و برآمد کے سلسلے میں روسی اور یوکرینی بندرگاہوں پر انحصار کو ختم یا کم کیا جاسکے۔ زرعی شعبے میں آبپاشی کے نظام کی اصلاح کا کام جاری ہے۔ ترکمنستان کے آبپاشی کے نظام کی اصلاح اس طریقے سے

ہونی چاہیے کہ پانی کے ضیاع کو روکا جا سکے۔ اگر پانی کے ضیاع کو نہ روکا گیا تو آبپاشی کے لیے مزید پانی کا حصول بھی مثبت نتائج نہیں دے سکے گا۔ نہروں اور کھالوں کی اصلاح اور ان کی لائننگ [کناروں کو پختہ کرنے] کے ذریعے پانی کے ضیاع اور اس کے کناروں سے رسنے کے عمل کو روکنے کے نتیجے میں مزید ایک لاکھ ایکڑ اراضی کو آبپاشی کے موجودہ نظام سے ہی سیراب کیا جا سکے گا[۸۲]۔

ترکمنستان میں اختیار کردہ ان پالیسیوں کے کیا نتائج برآمد ہوئے، اس بارے میں معلومات ناکافی ہیں۔ اگرچہ حکومت نے کامیابیوں کے حصول کے دعوے کیے ہیں تاہم اس سلسلے میں سرکاری اعداد و شمار پوری معلومات فراہم نہیں کرتے۔ ملک میں پائی جانے والی قدرتی دولت کے وسیع ذخائر کی بدولت ترکمنستان بیرونی قرضوں سے آزاد ہے۔ بعض ذرائع کے مطابق ۱۹۹۲ء میں ترکمنستان واحد سابق سوویت ریاست تھی جس کا بجٹ خسارے سے خالی تھا۔ لیکن ۱۹۹۳ء بہرحال ترکمنستان کے لیے ایک مشکل سال تھا، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس سال صدر نیازوف نے ترکمنستان کے تمام شہریوں کو مفت گیس اور مفت بجلی کی فراہمی کا فیصلہ کیا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسی سال نومبر میں ترکمنستان نے اپنی کرنسی ''ترکمن منات'' کا اجراء کیا تھا۔ نئی کرنسی کے اجراء کے بعد شاید بدانتظامی کی وجہ سے افراط زر میں اضافہ کی ماہانہ شرح ۳۴ فی صد تک پہنچ گئی۔ تاہم اس کے باوجود ترکمنستان میں (دیگر سابق سوویت ریاستوں کے برعکس) پیداوار میں قابل لحاظ کمی نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس سرکاری حلقوں نے کپاس کی پیداوار میں اضافے کا دعویٰ کیا[۸۳]۔ ۱۹۹۴ء کے نصف اول میں گذشتہ سال کی نسبت ملک کی برآمدات میں معتدبہ کمی ریکارڈ کی گئی۔ اسی دوران دکانوں میں اشیائے صرف کی کمی بھی محسوس کی گئی[۸۴]۔ ترکمنستان آئے ہوئے روسی سیاحوں نے ملک کے بعض علاقوں میں اشیائے خورد و نوش کی زبردست کمی کا ذکر کیا۔ بعض غیر مصدقہ رپورٹوں میں ملک میں بدامنی اور بے چینی کے واقعات کا بھی ذکر کیا گیا۔ کہا جا سکتا ہے

کہ اس دوران ترکمنستان کی مجموعی اقتصادی صورت حال غیر واضح اور مبہم رہی۔ کم از کم نظری طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام سابق سوویت ریاستوں میں سے ترکمنستان ہی سوویت عہد کی (باہمی انحصار پر مبنی) معیشت کے چنگل سے نکلنے کی بہتر استطاعت اور امکانات سے بہرور ہے۔ چنانچہ وہ مستقبل میں کسی حد تک اقتصادی خوش حالی کے حصول کا دعوی کر سکتا ہے۔ بایں ہمہ ۱۹۹۳ء کے اواخر سے ایسے مشکلات اور مسائل سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں جو ترکمن حکومت کی پوزیشن کو متاثر کر سکتے ہیں۔

ترکمن استقلال اور بین الاقوامی برادری

ترکمنستان کی آزادی اور استقلال کو یقینی بنانے سے متعلق صدر نیازوف کی کوششوں کا مرکزی نقطہ ''مثبت غیر وابستگی'' (positive neutrality) پر مبنی خارجہ پالیسی ہے۔ آزادی اور استقلال کی ضامن حکمت عملیوں پر عمل درآمد، فوجی یا نظریاتی اتحادوں میں شرکت سے گریز، دوسری ریاستوں کی آزادی کا احترام، دیگر ریاستوں کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت اور روس کے ساتھ خصوصی تعلقات کی اہمیت کا ادراک ترکمن خارجہ پالیسی کے اہم اجزاء ہیں[۸۵]۔ خارجہ پالیسی کے اس فریم ورک میں ترکمنستان تمام ممالک کے ساتھ بالعموم اور ان ریاستوں اور ممالک کے ساتھ بالخصوص بہتر تعلقات کا خواہش مند رہا ہے جو کسی بھی شکل میں اس کی اقتصادی ترقی اور اس کے بہتر مستقبل کی تعمیر میں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ باوجود یہ کہ ترکمنستان ای سی او (تنظیم برائے اقتصادی تعاون) کا ممبر ہے جس کے دیگر ممبران میں ترکی، ایران، پاکستان، افغانستان، آذربائیجان اور (ترکمنستان کے علاوہ) دیگر چار وسطی ایشیائی ریاستیں شامل ہیں، اور باوجود یہ کہ اسلامی دنیا کے ایک بڑے حصے کے ساتھ اس کے خوش گوار تعلقات قائم ہیں، نیازوف نے مسلم دنیا کے مسائل میں اپنے آپ کو ملوث کرنے سے گریز کا راستہ اختیار کیا ہے۔ ''نظریہ''

[اسلام] نیازوف کو [یہودی] اسرائیل کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنے سے نہیں روک سکا ہے۔ اسرائیل نے ترکمنستان کو زراعت اور صحت عامہ کے شعبوں میں امداد فراہم کی ہے۔ دوسری طرف امریکہ کے ساتھ تعلقات میں نیازوف کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ امریکی رائے عامہ میں حقوق انسانی سے متعلق ترکمن ریکارڈ پر تشویش پائی جاتی ہے۔ واشنگٹن ترکمنستان میں ایرانی تجارتی اور کاروباری حلقوں کی سرگرمیوں پر بھی ناخوش دکھائی دیتا ہے۔ امریکی کمپنیوں کے لیے ترکمنستان میں ایسے ''بزنس ڈیلز'' [کاروباری سودوں] کا حصول تقریباً ناممکن ہو گیا ہے جس میں پہلے سے ہی ایرانیوں کی ''انوالومنٹ'' [وابستگی] نہ ہو[۸۶]۔ اس کے باوجود امریکہ کی طرف سے ترکمنستان کے لیے امداد اور قرضے جاری ہوئے ہیں۔ مزید برآں ۱۹۹۳ء میں امریکہ نے ترکمنستان کو ''موسٹ فیورڈ نیشن'' [انتہائی ترجیح دادہ قوم] کا درجہ بھی دے دیا ہے۔

صدر نیازوف نے ایران اور ترکی کے ساتھ مضبوط تعلقات قائم کر لیے ہیں۔ ترکی تعلیم، فوجی ٹریننگ، سفارت کاروں کی تربیت جیسے شعبوں میں ترکمنستان کی معاونت کر رہا ہے۔ ترکی نے عشق آباد کو اقتصادی امداد بھی فراہم کی ہے۔ ایران کے ساتھ نیازوف حکومت نے متعدد سمجھوتوں پر دستخط کیے ہیں جن کے نتیجے میں ترکمن آبادی کی اشیائے صرف کی ضروریات ایران پوری کر رہا ہے۔ ایران کے ساتھ ریلوے روابط کا قیام اور ایران کے راستے گیس پائپ لائن کی تعمیر کے نتیجے میں تیل اور گیس کی فروخت اور ترسیل کے سلسلے میں ترکمنستان کا انحصار روس پر کم تر ہو جائے گا[۸۷]۔ [ایران کے ساتھ ریلوے روابط کا منصوبہ تکمیل پا گیا ہے۔ اور ایران تک گیس پائپ لائن کی تعمیر بھی مکمل ہو چکی ہے۔ اگرچہ ایران کے راستے ترکی یا خلیج فارس تک پائپ لائنوں کی تعمیر کے منصوبے تاہنوز التواء میں پڑے ہوئے ہیں (مترجم)]۔ حال ہی میں چین کے ساتھ تعلقات میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے۔ اپریل ۱۹۹۴ء میں چینی وزیراعظم لی پنگ کے دورۂ وسطی ایشیا کے دوران ترکمنستان سے چین کے راستے جاپان تک گیس پائپ لائن کی تعمیر کا منصوبہ زیر غور آیا۔

اگرچہ پائپ لائن کی تعمیر کا مجوزہ منصوبہ زیادہ قابل عمل نظر نہیں آتا، تاہم چینی وزیر اعظم کے مذکورہ دورے کے دوران صدر نیازوف نے ''آمرانہ تجدّد'' (authoritarian modernization) کے چینی ماڈل کے لیے اپنی پسندیدگی اور احترام کے جذبات کے اظہار میں بخل سے کام نہیں لیا[۸۸]۔

ترکمنستان کی طرف سے آزاد دنیا کے ساتھ تعلقات کے قیام میں پیش رفت کے باوجود ترکمن حکام اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ کم از کم موجودہ مرحلے میں سابق سوویٹ ریاستوں کے ساتھ تعلقات بنیادی اہمیت کے حامل رہیں گے۔ ۱۹۹۱ء کے اواخر تک صدر نیازوف سابق سوویت ریاستوں کے مابین ''کسی نہ کسی شکل میں یونین برقرار رکھنے کی بات کرتے رہے[۸۹]۔ منسک میں سابق سوویت یونین کی سلاو ریاستوں کی سربراہی ملاقات اور اس کے نتیجے میں سی آئی ایس (کامن ویلتھ آف انڈیپنڈنٹ سٹیٹس) کے قیام کے اعلان کے بعد ہی صدر نیازوف نے ترکمنستان کی مکمل آزادی کی باتیں کرنا شروع کیں۔ صدر نیازوف نے اپنے موقف میں اس اچانک تبدیلی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''ماسکو بطور مرکزی رہنما اپنے آپ کو پھر سے مسلط کرنا چاہتا ہے''[۹۰]۔ بعد کے واقعات نے اس حقیقت کی نشان دہی کی کہ ترکمنستان سی آئی ایس کے مستقبل کے بارے میں خدشات کا شکار تھا۔ نیازوف نے کہا کہ ان کے ذہن میں ''کامیاب اجتماعی عمل'' کی راہ میں حائل رکاوٹوں سے متعلق بعض التباسات پائے جاتے ہیں[۹۱]۔ اپریل ۱۹۹۲ء کے وسط میں شائع ہونے والے ایک انٹرویو میں ترکمن پارلیمنٹ کے چیئرمین ایس. مرادوف نے سی آئی ایس کی طرف سے 'انٹر پارلیمنٹری اسمبلی' جیسے اداروں کی تشکیل کو ایک بار پھر 'مرکز کی تخلیق' کی کوششوں کے مترادف قرار دیا۔ ایس. مرادوف نے کہا کہ سی آئی ایس کی چھتری تلے اس طرح کے اقدامات کے بجائے دوطرفہ معاہدات زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوں گے[۹۲]۔ اپریل ۱۹۹۲ء میں بشکیک میں منعقد ہونے والی وسط ایشیائی ریاستوں کی سربراہی ملاقات کے بعد صدر

نیازوف نے کہا: ''درحقیقت سی آئی ایس کا کوئی وجود نہیں ہے''[۹۳] سربراہی ملاقات کے اختتام پر ایک مشترکہ سربراہی پریس کانفرنس میں صدر نیازوف نے ترکمنستان کے مؤقف کو واضح کرتے ہوئے کہا: ''ترکمنستان ایسے اقتصادی معاہدات کا حصہ بننے کے لیے تیار نہیں ہے جس میں خوابوں کو حقیقت کا نام دیا گیا ہو''[۹۴]۔ ۱۹۹۲ء کے وسط سے ہی ترکمنستان یوکرین، مولدووا اور آذربائیجان پر مشتمل اس [غیر رسمی] بلاک کا حصہ بن گیا جس کے ممبران سی آئی ایس کو ایک طرف رکھ کر اپنے لیے مقام کے حصول کی راہ پر گامزن ہونا چاہتے تھے۔ مئی ۱۹۹۲ء میں تاشقند میں منعقد ہونے والے سی آئی ایس کے سربراہی اجلاس کے دوران صدر نیازوف نے 'اجتماعی سلامتی کے مجوزہ معاہدہ' میں شمولیت سے انکار کر دیا تھا۔ اکتوبر میں نیازوف نے بشکیک کے سی آئی ایس سربراہی اجلاس کے ایجنڈہ میں 'اقتصادی رابطہ کونسل'، 'توانائی کی واحد ایجنسی'، اور 'اطلاعات کی مرکزی ایجنسی' سے متعلق تجاویز کو شامل کرنے کی مخالفت کی[۹۵]۔ ترکمنستان نے سی آئی ایس کے بارے میں ایک ایسی پالیسی اختیار کی ہے جس کی رو سے اس کے [سی آئی ایس کے] ہر اقدام کو اس کی خوبیوں اور خامیوں کی بنیاد پر قبول یا رد کیا جاتا ہے۔ صدر نیازوف کے مطابق: جو بھی دستاویز [معاہدہ] ہماری ریاست کے مفادات کے مطابق نہیں ہوگا ہم اس پر دستخط نہیں کریں گے[۹۶]۔ ۱۹۹۳ء میں اگرچہ ترکمنستان سی آئی ایس کا باقاعدہ ممبر تھا، صدر نیازوف نے سی آئی ایس کے مجوّزہ چارٹر کو مسترد کر دیا اور کہا کہ مذکورہ چارٹر ماورائے قومی عناصر (supranational elements) پر مشتمل ہے[۹۷]۔ صدر نیازوف نے اس دوران 'اقتصادی انضمام' کے اس معاہدہ پر بھی روسیوں کے دباؤ کے باوجود دستخط کرنے سے انکار کر دیا جس پر اس وقت تک نو سابق سوویت ریاستیں دستخط کر چکی تھیں[۹۸]۔ صدر نیازوف نے سی آئی ایس کے دیگر ممبر ممالک میں اٹھنے والے تنازعات میں اپنی افواج کی تعیناتی کی بھی مزاحمت جاری رکھی[۹۹]۔

صدر نیازوف خود وسطی ایشیائی ریاستوں پر مشتمل ایک علاقائی بلاک کی تشکیل کی تجاویز کے بارے میں بھی خدشات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ بقول نیازوف:

میرا خیال ہے کہ وسطی ایشیائی ریاستوں پر مشتمل کنفیڈریشن کی تشکیل یا تمام ترک زبان بولنے والے ممالک کی یونین کے قیام سے متعلق باتیں قبل از وقت ہیں۔ خطے کی اِن ریاستوں نے حال ہی میں آزادی حاصل کی ہے۔ اِن میں سے ہر ایک اپنے مسائل اور مشکلات حل کرنے میں مصروف ہے۔ اِن میں ریاست کی مضبوط بنیادوں پر تشکیل کا عمل ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔۔۔ اِن کے عوام کی ذہنیت مختلف ہے۔ اِن ریاستوں کے جغرافیائی حالات اور تاریخی پس منظروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔۔۔ میرا خیال ہے کہ ہر ریاست/ ملک کا اپنا آزاد سیاسی مستقبل ہے۔ یہ کہنا بہرحال بے جا نہ ہوگا کہ خطے کے ممالک کے مابین قریبی رابطہ اور ان کی سرگرمیوں میں باہمی تنسیق وارتباط ہونا چاہیے[۱۳]۔

شاید صدر نیازوف کو اس بات کا احساس تھا کہ ترکمنستان کے اقتصادی امکانات، دیگر وسطی ایشیائی ریاستوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ نیازوف اس حقیقت سے بھی آشنا تھے کہ پڑوسی وسطی ایشیائی ریاستوں کے برعکس ترکمنستان میں نسبتاً سیاسی استحکام تھا۔ اس پس منظر میں صدر نیازوف نہیں چاہتے تھے کہ وہ دوسروں کے مصائب اپنے سر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۹۴ء میں جب قازق صدر نور سلطان نذر بائیف نے سابق سوویت ریاستوں اور دیگر خواہش مند ممالک پر مشتمل 'یوریشین یونین' کے قیام کی تجویز پیش کی تو صدر نیازوف نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی[۱۴]۔ ترکمن حکام نے اگرچہ پڑوسی وسط ایشیائی ریاستوں کے ساتھ اچھے تعلقات پر ہمیشہ زور دیا ہے، تاہم ایران کے ساتھ اس کے بڑھتے ہوئے تعلقات نے اس کے پڑوسیوں میں تشویش کی لہر پیدا کی۔ ازبکستان کے صدر اسلام کریموف نے ترکمن - ایران تعلقات کو دو جہتی خطرہ قرار دیتے

ہوئے کہا کہ ان کے نتیجے میں ایک تو ایران کو روڈ اور ریلوے روابط کے قیام کے ذریعے وسطی ایشیا میں ستراتیجی نفوذ کے مواقع میسر آئیں گے اور ثانیاً، ان تعلقات کے نتیجے میں خطے میں بنیاد پرستی کو تقویت ملے گی جو [پورے خطے میں] تاجک طرز کی صورت حال پیدا کرنے کا باعث بنے گی[۱۰۲]۔

ترکمن حکومت سابق سوویت ریاستوں اور خاص کر رشین فیڈریشن کے ساتھ دوطرفہ تعلقات پر زور دیتی رہی ہے۔ رشین فیڈریشن کے ساتھ دوطرفہ تعلقات کا آغاز انتہائی خوش گوار انداز سے ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رشین فیڈریشن نے آزادی کے بعد دسمبر ۱۹۹۱ء میں ہی ترکمنستان کو اس کی قدرتی گیس کی قیمتیں بین الاقوامی مارکیٹ میں گیس کی قیمتوں کے حساب سے [لیکن روبل میں] ادا کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ ترکمنستان نے ۱۹۹۲ء کے موسم بہار میں ماسکو کے ساتھ متعدد معاہدات پر دستخط کیے جن میں سے ایک معاہدہ میں دونوں ممالک کے مابین مساوات کی بنیاد پر سلامتی سے متعلق ایک دوسرے کے مفادات کے احترام کا ذکر کیا گیا[۱۰۳]۔ ۱۹۹۲ء کے وسط میں رشین فیڈریشن اور ترکمنستان کے مابین فوجی امور پر مذاکرات کا آغاز ہوا۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کی رو سے ترکمن افواج کی تشکیل پر اتفاق ہوا جو روس اور ترکمنستان کی مشترکہ کمان میں ہوں گی۔ ترکمنستان شاید اس معاہدہ پر اس لیے راضی ہوا کہ اس کی سرزمین پر موجود افواج کے ۷۰ فی صد افسران کا تعلق روسیوں سے تھا اور باقی میں سے ۲۰ فی صد یوکرینی تھے[۱۰۴]۔ معاہدہ کے مطابق ترکمن آرمی میں خدمات انجام دینے والے غیر ترکمن افسران اپنے ملک کی شہریت برقرار رکھ سکیں گے البتہ انہیں اپنے ترکمن میزبانوں کی روایات و اقدار کے احترام کا وعدہ کرنا ہوگا۔ معاہدہ پر جون ۱۹۹۲ء میں دستخط ہوئے۔ رشین فیڈریشن کی طرف سے معاہدہ پر روسی وزیر دفاع پاول گراچیف نے دستخط کیے۔ معاہدے کے مطابق رشین فیڈریشن ترکمن افواج کو تکنیکی اور مالی امداد فراہم کرے گی جب کہ ترکمن حکومت افواج کی رہائشی ضروریات کی فراہمی اور ان کے بچوں اور خاندانوں کی تعلیم اور بہبود کی ذمہ دار ہو

گی ۱۰۵۔۳۱ جولائی [۱۹۹۲ء] کوتر کمنستان اور رشین فیڈریشن کے مابین دس سالہ معاہدہ دوستی و تعاون پر بھی دستخط ہوئے ۱۰۶۔

رشین فیڈریشن کے ساتھ اچھے تعلقات کے باوجود ترکمن حکومت عموماً ملک میں روسی صحافیوں کی سرگرمیوں میں روڑے اٹکاتی رہتی ہے۔ ترکمن حکام روسی صحافیوں پر الزام لگاتے رہے ہیں کہ وہ خطے میں رونما ہونے والے واقعات کی غلط رپورٹنگ کرتے ہیں۔ ترکمن حکام بسا اوقات روسی [فوجی؟] افسروں کو رشوت اور افواہ سازی کے الزام میں گرفتار کرتے رہتے ہیں ۱۰۷۔ اگرچہ صدر نیازوف بار بار کہتے رہے ہیں کہ "روس ہمارا اہم سیاسی اور اقتصادی شریک کار ہے"، تاہم ترکمنستان نے ہمیشہ سے ایسی تمام روسی تجاویز اور اقدامات کی سختی سے مزاحمت کی ہے جن کا مقصد سابق سوویت ریاستوں کے مابین اقتصادی انضمام کو مزید مستحکم اور مضبوط کرنا ہو ۱۰۸۔

خاتمہ

ترکمنستان جیسی چار ملین سے کم آبادی رکھنے والی چھوٹی سی ریاست کی طرف سے سابق سوویت ریاستوں کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں اتنا آزادانہ مؤقف اختیار کرنا بظاہر مصنوعی لگتا ہے۔ تاہم ترکمن حکام اور صدر نیازوف اپنے اس مؤقف کو حقیقت بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ نیازوف اپنے لیے خود اپنا سیاسی نظام تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ وہ ترکمن وسائل توانائی کے بہتر استعمال کے ذریعے اقتصادی آزادی اور خود انحصاری کے حصول کی راہ پر گامزن ہیں۔ داخلی استحکام کو برقرار رکھنے کے لیے نیازوف نے معاشرے پر آہنی گرفت قائم کر لی ہے۔ عوامی اضطراب کو دبانے کے لیے نیازوف نے بجلی اور گیس کی مفت فراہمی کی پالیسی اپنائی ہے۔ مستقبل میں روٹی کی مفت فراہمی کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ خارجہ پالیسی کے شعبے میں نیازوف حکومت ایک طرف تو خطے میں روسی مفادات کی نگہداشت پر زور دیتی ہے اور دوسری طرف وہ نظریاتی وابستگیوں سے قطع نظر

بیرونی دنیا کے ممالک کے ساتھ شراکت کار کے لیے سرگرم عمل ہے۔ صدر نیازوف کی طرف سے اپنے آپ کو اختیارات کا نقطہ ارتکاز بنانے کے نتیجے میں داخلی طور پر خود ان کے اپنے حلقہ اقتدار میں ان کے مخالفین ابھر کر سامنے آسکتے ہیں۔ ملک میں قبیلہ پرستی کے رجحانات، نیز سلسلہ ہائے تصوف کا وجود نیازوف کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ خطے سے متعلق روسی پالیسی بھی ترکمنستان اور بالخصوص نیازوف کے اقتدار کے مستقبل پر اثر انداز ہوتی رہے گی۔ ترکمنستان میں موجودہ قدرتی دولت کے ذخائر اور آمرانہ طرز حکومت شاید نیازوف کے لیے ملک کی سیاسی آزادی کی ضمانت ہو تاہم ترکمنستان کے مستقبل کے حتمی فیصلہ میں بعض دیگر عوامل کے کردار سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حواشی

۱۔ *پراودا*، ۳-۱-۱۹۹۱ء اور *ازوستیا*، ۱۴-۹-۱۹۹۱ء

۲۔ *ازوستیا*، ۲۳-۱۰-۱۹۹۱ء

۳۔ *ترکمنسکایا اسکرا*، ۷-۱-۱۹۹۲ء

۴۔ ایضاً، ۲۲-۱-۱۹۹۲ء

۵۔ *نزاویسیمایا گزیٹا*، ۱۶-۱۱-۱۹۹۴ء

۶۔ *ترکمنسکایا اسکرا*، ۱-۴-۱۹۹۲ء

۷۔ ایضاً، ۲۶-۳-۱۹۹۲ء

۸۔ ایضاً، ۳۰-۳-۱۹۹۲ء

۹۔ ایضاً، ۹-۴-۱۹۹۲ء

۱۰۔ ایضاً، ۲۶-۳-۱۹۹۲ء؛ ۴-۴-۱۹۹۲ء؛ ۹-۴-۱۹۹۲ء؛ ۱۴-۴-۱۹۹۲ء

۱۱۔ ایضاً، ۱۷-۴-۱۹۹۲ء

۱۲۔ ایضاً، ۱۶-۴-۱۹۹۲ء

۱۳۔ ایضاً، ۴-۴-۱۹۹۲ء؛ ۱۴-۴-۱۹۹۲ء

۱۴۔ ایضاً، ۳-۴-۱۹۹۲ء

۱۵۔ ایضاً، ۶-۴-۱۹۹۲ء

۱۶۔ ایضاً، ۱۶-۴-۱۹۹۲ء

۱۷۔ نص کے لیے دیکھیے *ترکمنسکایا اسکرا*، ۱۹-۵-۱۹۹۵ء

۱۸۔ ستمبر ۱۹۹۲ء کے آواخر میں انتخابی قانون متعارف کرایا گیا۔ دیکھیے *ترکمنسکایا اسکرا*، ۵-۱۰-۱۹۹۲ء

۱۹۔ مجلس کے چیئرمین سخات مرادوف کے کمنٹس کے لیے دیکھیے *نزاویسیمایا گزیٹا*، ۱۷-۴-۱۹۹۲ء

20. C. Panico, "Turkmenistan Unaffected by Winds of Change," in *RFE/RL Research Report*, Vol. 2, No. 4, 22.1.93, p. 7

۲۱۔ *ترکمنسکایا اسکرا*، ۲۷-۱۰-۱۹۹۲ء

۲۲۔ ایضاً، ۹-۷-۱۹۹۲ء

۲۳۔ *موسکوسکی نوووستی*، ۳۱-۱-۱۹۹۳ء

۲۴۔ *ازوستیا*، ۲۰-۳-۱۹۹۳ء

۲۵۔ ایضاً، ۸-۱۰-۱۹۹۳ء؛ ۱۴-۱۰-۱۹۹۳ء

۲۶۔ *ترکمنسکایا اسکرا*، ۱۷-۱-۱۹۹۴ء

۲۷۔ رائٹر نے دعویٰ کیا کہ مروشہر میں ۲۴ فیصد ووٹروں نے سرکاری امیدوار کے نام پر کراس کا نشان لگایا۔ دیکھیے: ریڈیو فری یورپ/ ریڈیو لبرٹی ڈیلی رپورٹ، RL 234.941213؛ *نزاویسیمایا گزیٹا*، ۸-۱۲-۱۹۹۴ء، *ترکمنسکایا اسکرا*، ۱۳-۱۲-۱۹۹۴ء

28. A. Bohr, "Turkmenistan Under Perestroika - A Review," in *RFE/RL Report on the USSR*, 23.3.90. p. 21.

۲۹۔ ایضاً، ص ۲۹-۳۰

۳۰۔ *ترکمنسکایا اسکرا*، ۲-۳-۱۹۹۲ء

۳۱۔ نزاویسمایاگزیٹا، ۱۰-۹-۱۹۹۲ءء
۳۲۔ موسکووسی نوووستی، ۱۵-۹-۱۹۹۱ء
۳۳۔ ایضاً، ۲۳-۲-۱۹۹۲ء
۳۴۔ رسکایا مائسلے، ۲۷-۱۱-۱۹۹۲ء؛ اپریل ۱۹۹۳ء میں اوایس سی ای (OSCE) کے وفد کے دورۂ ترکمنستان کے دوران بھی مخالفین کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ دیکھیے بنزاویسمایاگزیٹا، ۲۴-۴-۱۹۹۹۳ء۔ حقوق انسانی سے متعلق ترکمن حکومت کے ریکارڈ کے تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے: ہیلیسنکی واچ کی رپورٹ بعنوان: *Human rights in Turkmenistan* (Washington, DC, Jyly, 1993)
۳۵۔ موسکووسکی نوووستی، ۱۳-۱۲-۱۹۹۲ء
۳۶۔ رسکایا، ۸-۱۱-۱۹۹۲ء
۳۷۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۱۶-۱۲-۱۹۹۲ء
۳۸۔ نزاویسمایاگزیٹا، ۹-۹-۱۹۹۴ء
۳۹۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۳۰-۴-۱۹۹۲ء
۴۰۔ ایضاً، ۱۶-۱۲-۱۹۹۲ء
۴۱۔ ایضاً، ۱۲-۸-۱۹۹۲ء؛ ۱۲-۹-۱۹۹۲ء بنزاویسمایاگزیٹا، ۱۰-۲-۱۹۹۲ء
۴۲۔ نزاویسمایاگزیٹا، ۱۰-۹-۱۹۹۲ء
۴۳۔ دیکھیے: انٹرویوز ایک امام مسجد اور ایک پادری کے ساتھ، ترکمنسکایا اسکرا، ۸-۶-۱۹۹۲ء
۴۴۔ ایضاً، ۲۷-۱۰-۱۹۹۲ء
۴۵۔ سیگودینا، ۵-۲-۱۹۹۴ء
۴۶۔ ایضاً، ۱-۶-۱۹۹۴ء

47. Chislennost' i Sostav naseleniya SSSR (Moscow, 1984), pp. 134-135.
48. V. A. Kolossov, *Ethno - Territorial Conflicts In the Former USSR*, International Boundries Research Unit, Durham, 1992, p.50.

۴۹۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۱۹-۲-۱۹۹۲ء

۵۰۔ نزاویسمایا گزیٹا، ۲۲-۵-۱۹۹۲ء

۵۱۔ سیگو دنیا، ۸-۷-۱۹۹۴ء

۵۲۔ نزاویسمایا گزیٹا، ۲۷-۵-۱۹۹۲ء

53. Economist Inntelligence unit, *EIU Country Report, Turkmenistan*, 3rd quarter 1993, p. 61.

۵۴۔ اس ساری کہانی کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: سیگو دنیا، ۱۴-۵-۱۹۹۴ء؛ ۲۰-۵-۱۹۹۴ء

۵۵۔ ایضاً، ۲۸-۴-۱۹۹۴ء، نزاویسمایا گزیٹا، ۲۷-۵-۱۹۹۴ء

56. *RFE/RL Daily Report*, 196.941014, oct. 1994.

۵۷۔ سیگو دنیا، ۲-۸-۱۹۹۴ء؛ ۴-۸-۱۹۹۴ء

58. For example, at the time the USSR collapsed some 40% of the population were reportedly below the poverty line and Turkmenistan had worst innfant mortality rates within the old USSR. at 54.7. per 1,000 live births, a fact that many attributed in large part to the inndiscriminate use of chemical fertilizers in the pursuit of ever higher outputs of "white gold", although this also owes much to poor diet, the relatively poor provision of health and welfare services in this predominantly rural republic, and the impact of heavy labour in the fields on women's bodies. See *Izvestiya* 13.9.1991: *Economic Review -Turkmenistan* (IMF, Washington, DC, 1992), p. 1.

59. O. Glebov and J. Crowfoot, *The Soveit Empire - Its Nations Speak Out,* London, 1989, p. 142.

60. Bohr, 'Turkmenistan under Perestoika', p 23.

61. A. McAuley, 'The Central Asian economy in comparrative perspective', in M. Ellman and V. Kontorovich (eds) *The Disintegration of the Soviet Economic System*, London, 1992, pp 137-156.

۶۲۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۹-۱-۱۹۹۲ء

63. *Economic Review - Turkmenistan*, p. 2.

۶۴۔ نزاویسمایا گزیٹا، ۸-۵-۱۹۹۲ء

۶۵۔ ازویستیا، ۱۳-۱-۱۹۹۲ء

۶۶۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۲۴-۲-۱۹۹۲ء

۶۷۔ ایضاً، ۹-۶-۱۹۹۲ء

۶۸۔ ازوستیا، ۲۷-۱۱-۱۹۹۲ء

۶۹۔ ایضاً، ۱۱-۳-۱۹۹۳ء

70. F. Banks, *The Political Econnomy of Natural Gas,* Croom Helm, London, 1987, p. 10.

71. *Econnomic Review - Turkmenistan*, pp. 2, 35.

۷۲۔ ازوستیا، ۲، ۱۳اور ۶-۲-۱۹۹۲ء؛ ۲۸-۹-۱۹۹۲ء، نیز دیکھیے ترکمنسکایا اسکرا، ۷-۳-۱۹۹۲ء

73. *Economic Review - Turkmenistan*, p. 35.

۷۴۔ ازوستیا، ۲۷-۵-۱۹۹۳ء

۷۵۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۲۰-۵-۱۹۹۲ء؛ ۹-۶-۱۹۹۲ء؛ ۳۱-۷-۱۹۹۲ء

۷۶۔ دیکھیے: انٹرویوز داشخووسک اور آخالسک کے علاقائی لیڈروں کے ساتھ، ترکمنسکایا اسکرا، ۴-۵-۱۹۹۲ء؛ ۳-۹-۱۹۹۲ء

۷۷۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۹-۴-۱۹۹۲ء

۷۸۔ ازوستیا، ۴-۲-۱۹۹۳ء

۷۹۔ ایضاً، ۱۹-۲-۱۹۹۳ء

۸۰۔ سلوووکرگیزستانا، ۲-۳-۱۹۹۳ء

۸۱۔ ازوستیا، ۱۰-۴-۱۹۹۳ء

۸۲۔ ایضاً، ۱۹-۲-۱۹۹۳ء

۸۳۔ سیگودنیا، ۲۸-۱-۱۹۹۴ء اور ۱۵-۳-۱۹۹۴ء

۸۴۔ ایضاً، ۸-۷-۱۹۹۴ء؛ ۱۳-۸-۱۹۹۴ء

۸۵۔ صدر نیازوف کے کمنٹس کے لیے دیکھیے ترکمنسکایا اسکرا، ۲۰-۱۲-۱۹۹۲ء

۸۶۔ نزاویسیمایا گزیٹا، ۲۴-۳-۱۹۹۳ء

۸۷۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۱۳-۲-۱۹۹۲ء؛ ۲۴-۲-۱۹۹۲ء اور ازوستیا، ۹-۱۰-۱۹۹۱؛ ۳-۱۲-۱۹۹۱ء؛ ۵-۱۲-۱۹۹۲-؛ ۹-۳-۱۹۹۲ء؛ ۲۷-۷-۱۹۹۲ء اور ۱۶-۱-۱۹۹۳ء

88. *RFE/RL Supplement*, 1994/ 17, pp. 8-9.

۸۹۔ ازوستیا، ۲۸-۱۰-۱۹۹۱ء

۹۰۔ ایضاً، ۶-۱-۱۹۹۲ء

۹۱۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۲۴-۲-۱۹۹۲ء

۹۲۔ نزاویسیمایا گزیٹا، ۱۵-۴-۱۹۹۲ء

۹۳۔ کراسنایا زوزدا، ۲۵-۴-۱۹۹۲ء

۹۴۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۲۵-۴-۱۹۹۲ء

۹۵۔ نزاویسیمایا گزیٹا، ۷-۱۰-۱۹۹۲ء۔ ۱۹۹۳ء میں ترکمنستان نے ایک ''بین الحکومتی کونسل برائے تیل و گیس'' میں بھی شرکت سے انکار کر دیا جس میں اسٹونیا، لٹویا اور ترکمنستان کے علاوہ باقی ۱۲ سابق سوویت ریاستیں شامل ہو گئی تھیں۔ دیکھیے:

Radio Liberty Press Monitoring 0175/13, 2-3-1993

۹۶۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۷-۱۱-۱۹۹۲ء

۹۷۔ کومسومولسکایا پراودا، ۲۹-۱-۱۹۹۳ء

98. E. Whitlock, 'Obstacles to CIS economic integration', in *RFE/RL Research Report* Vol 2, No 27, July 1993, p. 34.

۹۹۔ نزاویسیمایا گزیٹا، ۱۱-۲-۱۹۹۵ء

۱۰۰۔ ترکمنسکایا اسکرا، ۸-۸-۱۹۹۲ء

۱۰۱۔ نزاویسیمایا گزیٹا، ۱۱-۵-۱۹۹۴ء

۱۰۲۔ سیگودنیا، ۱-۷-۱۹۹۴ء

۱۰۳۔ ازوستیا، ۱۷-۳-۱۹۹۲ء

۱۰۴۔ نزاویسیمایا گزیٹا، ۲۷-۵-۱۹۹۲ء

۱۰۵۔ *ازوستیا*، ۹-۶-۱۹۹۲ء

۱۰۶۔ ایضاً، ۷-۸-۱۹۹۲ء

۱۰۷۔ ارگومنتی ئی فاکتی، ۱۹۹۳ء، ۲۳ (جون)؛ *ازوستیا*، ۲۵-۸-۱۹۹۳ء۔ روسی فوجیوں کی گرفتاری کے بعد جو مسائل ابھر کر سامنے آئے، ان کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: *سیگو دنیا*، ۶-۲-۱۹۹۲ء

۱۰۸۔ *ترکمنسکایا اسکرا*، ۸-۸-۱۹۹۲ء